سلسلۂ میراثِ پنجاب

پنجاب
تحریک پاکستان میں

محمد انور امین

کچھ مؤلف کے بارے میں

محمد انور امین پنجاب پر محقق کی حیثیت رکھتے ہیں اور تحریک پاکستان میں پنجاب کے کردار پر پی-ایچ-ڈی کا تحقیقی مقالہ لکھ چکے ہیں ۔ زیرنظر تالیف اسی تحقیق کا ایک حصہ ہے ۔

آپ ۲۵ دسمبر ۱۹۴۲ء کو ضلع بھاول نگر کے گاؤں چک ۳ گجیانی میں پیدا ہوئے ۔ مڈل مقامی سکول سے ، میٹرک اور انٹر بھاول کالج بھاول نگر سے ، بی ۔ اے سنٹرل گورنمنٹ کالج کراچی اور ایم ۔ اے کراچی یونیورسٹی سے کیا ۔ موصوف کو جامعہ کراچی سے اس قدر لگاؤ تھا کہ پی-ایچ-ڈی کیلئے بھی اسی جامعہ کا انتخاب کیا ۔

موصوف پنجاب کے شیدائیوں میں سے ہیں ۔ یونیورسٹی میں تعلیمی زندگی کے دوران بھی پنجاب ، پنجاب کی ثقافت اور تاریخ سے گہری دلچسپی لیتے رہے اور کراچی یونیورسٹی اور کالجوں میں زیر تعلیم پنجابی طلبہ کی تنظیم کی بنیاد رکھی اور تین سال تک اس کے بلا مقابلہ صدر رہے ۔

موصوف کی جملہ تصانیف و تالیفات میں سے اکثر صرف پنجاب کی تحریکات اور شخصیات سے متعلق ہیں ۔ اور امید کی جا سکتی ہے کہ پنجاب کے کردار کو اجاگر کرنے میں موصوف اہم کردار ادا کریں گے ۔

ذخیرہ کتب:۔ محمد احمد ترازی

سلسلہ میراثِ پنجاب

پنجاب

تحریکِ پاکستان میں

حصہ اول

مرتّبہ

محمدّ انور امین

○

نعمت پبلیکیشنز۔ لاہور

برائے ترقی پسند تحریک پنجاب لاہور

○

بار اوّل .. .. مارچ ۱۹۶۹ء

ناشر .. .. نعمت پبلیکیشنز

طابع .. .. .. اشرف پریس لاہور

کتابت .. .. محمد طاہر

سرورق .. .. .. سیف اللہ

○

پتہ:۔

ٹیپو سلطان سٹریٹ نزد پولیس چوکی۔ کرشن نگر۔

ڈاک خانہ سانده لاہور

انتساب

میں ان چند اوراق کو انتہائی خلوص و عقیدت
کے ساتھ اپنی عظیم مادرِ علمی اور چشمۂ فیض

جامعہ کراچی

کے نام منسوب کرتا ہوں جس کی
شفقت بھری گود میں میں نے اپنی تعلیمی
زندگی کے سات اہم سال گذارے اور جس
کے ذرّے ذرّے سے مجھے پیار ہے۔

"زندگی کی حقیقت آزادی کے بغیر ایسی ہے جیسے جسم
جس میں روح نہ ہو۔ اور آزادی بغیر فکر کے ایسی ہے جیسے روح جو
بھٹکی ہوئی ہو ——————————————————
زندگی، آزادی اور فکر ——— ایک تنہا ازلی ذات کے تین جوہر ہیں"

خلیل جبران خلیل

ذخیرہ کتب:۔ محمد احمد ترازی

پیش لفظ

میں نے محمد انور امین صاحب کی تالیف پنجاب پراونشل مسلم لیگ کا جستہ جستہ مطالعہ کیا ہے۔ میرے خیال میں امین صاحب نے ایک نہایت اہم موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ برصغیر ہند و پاکستان میں پنجاب کے مردم خیز خطے نے ہر قسم کی تحریکوں میں حصہ نہایت کامیابی اور خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ مجھے امین صاحب کے ساتھ پورا اتفاق ہے کہ اگر اس وقت اس تاریخی مواد کو کھنگالا نہ گیا تو پھر بعد میں اس کے نقوش آہستہ آہستہ کاملاً مٹ جائیں گے۔

ڈاکٹر محمد باقر

پی ایچ۔ڈی (لندن) ایم۔اے

پرنسپل

یونیورسٹی اورینٹل کالج

لاہور

۴ر مارچ ۱۹۶۹ء



ڈاکٹر محمد انور امین (مؤلف)



جسٹس میاں محمد شاہ دین ہمایوں بیرسٹرایٹ لاء

عرضِ مؤلف

"تحریک پاکستان میں پنجاب کا حصّہ"

میرے پی۔ ایچ۔ ڈی کے موضوع کا حصّہ تھا۔ تحقیق کے دوران میں مجھے تحریکِ پاکستان اور سیاستِ ہند پر جس قدر مواد کا مطالعہ کرنے اور شخصیات سے ملنے کا اتفاق ہوا اس نے میرے ذہن پر کچھ ایسا اثر ڈالا کہ جس موضوع کا انتخاب میں نے اپنی تعلیمی ڈگری کے حصول کے لئے کیا تھا مرے "جنون" کا حصّہ بن گیا اور مری دلچسپی اور سنجیدگی اس میں مزید گہری ہوتی گئی۔

یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ پاکستان کا قیام مسلم لیگ کی بلاشرکت غیرے جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ اور اس جدوجہد میں پنجاب کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔

لیکن یہ تاریخ کا ایک زبردست المیہ ہے کہ پنجاب کے کردار کو آج تک سامنے ہی نہیں لایا گیا۔ جس کی وجہ سے تاریخ کے وہ روشن گوشے جنہیں ہماری ملّی سیاست میں سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے اور جو شاندار صورت میں ہمارے سامنے آنا چاہئیں تھے تاریکیوں میں گم ہو کے رہ گئے اور ہمارے ماضی کی ایک دھندلی سی تصویر ہماری آنکھوں

کے سامنے گھومتی رہی۔

پنجاب کے خطۂ مردم خیز نے ایسے ایسے جوہر پیدا کئے جو ہماری ملت کی آبرو اور اس کی عظمت کا نشان تھے۔ مگر افسوس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ تاریخ کا مصنف اپنی مصروفیات یا کسی اور وجوہ کی بنا پر ان پر قلم نہ اٹھا سکا۔ اگر ہماری تاریخ کے روشن باب اب تک اصل صورت میں ہمارے سامنے آ چکے ہوتے تو آج تحقیق کی راہ میں قدم رکھنے والے افراد یوں سرگرداں و پریشان نہ پھرتے۔ یہ دِقت سیاست کے طلبہ یا سیاست سے دلچسپی رکھنے والے تعلیم یافتہ حضرات سے زیادہ تحقیق کے طلبہ کو پیش آتی ہے جنہیں اوّل تو سرے سے پرانا اور بنیادی مواد ہی میسر نہیں آتا اور اگر کہیں علم میں ایسی کوئی چیز آتی ہے تو اس تک رسائی بسا اوقات بے حد مشکل ہوتی ہے۔

یہ ادنیٰ سی پیشکش اسی ضرورت و احساس کا نتیجہ ہے۔ زیر نظر یہ چند اوراق راقم الحروف کی تالیف "میاں سر محمد شفیع مرحومؒ کی سوانحعمری کا ایک اہم باب ہے جو معمولی تخفیف و اضافہ کے ساتھ پیش خدمت ہے۔ "میاں سر محمد شفیع مرحوم" جو مری دیرینہ خواہش اور محنت کا ادنیٰ نتیجہ ہے پنجاب کے سیاسی ماضی کو منظر پر لانے کے لئے انشاء اللہ ایک سیاسی و تاریخی دستاویز کا کام دے سکے گی۔

میاں سر محمد شفیع پنجاب کی ان عظیم شخصیات میں سے ایک تھے جن پر اس خطۂ زرخیز کو ہی نہیں مسلمانان ہند کو بھی فخر ہو سکتا ہے۔ لیکن اسے بھی

بدقسمتی ہی کہنا چاہیے کہ ان کی اصل شخصیت کی بجائے ہمارے سامنے ایسی تصویر دکھائی جاتی رہی ہے جس سے ان کے متعلق ایک عجیب سا تاثر پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ ان کے ساتھ ہی نہیں، میں سمجھتا ہوں تاریخ کے ساتھ بھی ناانصافی ہے۔

انسانی عقل و دماغ کبھی کامل نہیں ہو سکتا اور بالخصوص مجھے ایسی کوئی خوش فہمی نہیں ہے۔ زیرِ نظر تالیف ایک معمولی دماغ کی ادنیٰ تحقیقاتی محنت و جستجو ہے۔ جس میں مزید اضافہ و تنقید کی بہر صورت گنجائش ہو سکتی ہے۔ ایسے اہلِ علم حضرات بفضلِ خدا اب بھی موجود ہوں گے۔ جنہیں مرحوم (میاں محمد شفیع) کی رفاقت میسر رہی ہو گی۔ ایسے اہلِ فکر بھی موجود ہوں گے۔ جنہوں نے یہ دور اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا۔ ایسے جملہ حضرات گرامی کی تنقید و آراء جو مرے لیے مزید تحقیق و اضافۂ علم کا باعث ہو سکیں مرے لئے حوصلہ افزائی اور شکریہ کا باعث ہوں گی۔

سلسلۂ تحریر و تحقیق میں راقم الحروف کی دوسری کوشش مولوی محبوب عالم مرحوم ایڈیٹر پیسہ اخبار کی سوانح ہے اور یہ کوشش تقریباً تکمیل کے مراحل میں ہے۔ اس سلسلہ میں بھی اہلِ علم و فکر کے زریں مشورے و معلومات کا راقم الحروف ممنون ہوگا۔

میں اپنے شفیق برادران چوہدری صادق علی اور چوہدری عنائت علی محترم دوست الطاف شمشاد اور عزیز بھتیجے رمضان علی چوہدری کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کا مخلصانہ تعاون میری اس پیشکش کے لئے

حوصلہ افزائی کا باعث ہوا۔

اپنے عزیز دوستوں رفیق افضل۔ سرفراز حسین مرزا اور چوہدری عبدالخالق صاحبان کا شکریہ ادا نہ کرنا زیادتی ہوگی کہ مرے ان احباب کی اخلاقی مدد مرے اس سلسلہ تحریر کا محرک بنی ہے۔

امید ہے یہ مختصر سی پیشکش اہل علم و فکر کے حلقوں میں قبولیت کی نظر سے دیکھی جائے گی۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

لاہور   محمد انور امین

۴ر مارچ ۱۹۶۹ء

پس منظر

بیسویں صدی کے آغاز کے وقت مسلمانان برصغیر کی سیاسی حالت اس حد تک بدتر ہو چکی تھی کہ ہر باشعور تعلیم یافتہ اور حساس مسلمان اس کے لئے فکرمند و پریشان نظر آتا تھا۔ اور یہ احساس عام ہوتا جا رہا تھا کہ اگر مسلمانان ہند اسی طرح بے حس و حرکت پڑے ظلم کی چکی کے ان دو پاٹوں کے درمیان پستے رہے تو یہ بعید نہیں کہ مسلم انڈیا میں بھی سپین کا ڈرامہ دھرایا جائے۔ چنانچہ دردمند اور حساس مسلم زعماء اس ضرورت کو شدت سے محسوس کرتے تھے کہ مسلمانوں کی ایک ایسی تنظیم قائم کی جائے جو اس کے سیاسی حقوق و مفادات کا تحفظ کر سکے اور غیر ملکی اقتدار سے اپنی قوم کے لئے جینے کا حق حاصل کر سکے۔

اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی اگرچہ چند معاشرتی مذہبی تنظیمیں قائم تھیں لیکن ان سب کا دائرہ کار عملی سیاست سے یکسر مختلف تھا۔ جبکہ مسلمان سب سے زیادہ چوٹ اسی میدان میں کھا رہے تھے۔ اس لئے ان کی سیاسی شیرازہ بندی کی سخت ضرورت تھی۔ اسی اثناء میں برطانوی حکومت نے ہندوستان میں نئی اصلاحات نافذ کرنے کیلئے ایک کمیٹی کا اعلان کیا جسے ہندوستان میں سیاسی حالات اور ضروریات کا جائزہ لے کر برٹش

گورنمنٹ کو رپورٹ مہیا کرنا تھی۔ تو درد مندان ملّت نے اس موقع پر مسلمانوں کے مسائل و حقوق کے مطالبات کو حکومت ہند کے سامنے پیش کرنے کا فیصلہ کیا اور نواب محسن الملک کی تحریک پر ہندوستان کے مسلم زعماء کے ایک وفد کا وائسرائے ہند سے ملنے اور اسے ایک یاد داشت پیش کرنے کا فیصلہ ہوا۔ چنانچہ اس مقصد کی خاطر باہم صلاح مشورہ کرنے اور یاداشت کا مسوّدہ تیار کرنے کے لئے ستمبر ۱۹۰۶ء میں لکھنؤ میں مسلم قائدین کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں میاں محمد شفیع اور خواجہ محمد یوسف شاہ نے مسلمانان پنجاب کے نمائندگان کی حیثیت سے شرکت کی[۱] اور مسلم راہنماؤں کے ساتھ مل کر اس مجوزہ وفد کے لئے ایڈریس تیار کیا۔ ایڈریس یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء کو سر آغا خاں کی قیادت میں جس ۳۵ رکنی مسلم وفد نے وائسرائے ہند کو شملہ میں پیش کیا اس میں پنجاب سے حصہ لینے والی آٹھ شخصیتوں میں میاں محمد شفیع بیرسٹرایٹ لاء میاں محمد شاہ دین بیرسٹرایٹ لاء (لاہور) خواجہ محمد یوسف شاہ (امرت سر)۔ شیخ غلام صادق (امرت سر) حکیم محمد اجمل خاں (دہلی) کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں[۲]۔

بہرحال اس وفد کو جو کامیابی حاصل ہوئی اس کو مسلمانان ہند کی سیاسی زندگی میں ایک اہم اور خوش گوار موڑ کی حیثیت حاصل ہوئی۔

اس کے ساتھ ہی اجلاس لکھنؤ (ستمبر ۱۹۰۶ء) میں جبکہ شملہ وفد کے لئے

---

[۱] ماہنامہ "نصرت" لاہور شمارہ جنوری فروری ۱۹۶۸ء ص ۸۸۔ روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور ۳۱ دسمبر ۱۹۰۷ء

[۲] جی۔ الانہ "پاکستان موومنٹ ہسٹاریک ڈاکومنٹس" (بزبان انگریزی) مطبوعہ کراچی صفحہ ۱۰-۱۵

یادداشت کا مسودہ تیار کیا جا رہا تھا۔[1] اور مابعد وائسرائے کو یادداشت پیش کرنے کے بعد شملہ میں وفد مذکورہ کے ارکان نے باہم مشورہ کیا کہ مسلمانوں کی ایک سیاسی تنظیم بھی قائم کی جائے۔

چنانچہ اسی سال (۱۹۰۶) ڈھاکہ میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے انعقاد کے بعد ۳۰ر دسمبر ۱۹۰۶ کو نواب وقار الملک کی زیر صدارت مسلمان لیڈروں کا سیاسی جلسہ منعقد ہوا۔[2] جس میں مسلمانوں کی مذکورہ صدر مجوزہ سیاسی تنظیم کی بنیاد رکھی گئی اور میاں محمد شفیع کی تجویز پر اس کا نام "آل انڈیا مسلم لیگ" رکھا گیا۔

مسلم لیگ کے قیام سے ہندوستان کے مسلمانوں کو اب کسی حد تک ایک سیاسی پلیٹ فارم میسر آ گیا تھا جہاں سے ان کے حقوق و مفادات کے لئے آواز اٹھائی جا سکتی تھی۔ اور آگے چل کر اس عظیم تحریک نے غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ملت اسلامیہ ہند کو نجات دلانے کے لئے جو عظیم کردار ادا کیا اس کا نتیجہ اس عظیم وطن عزیز کی صورت میں نمودار ہوا جس کی آزاد فضاؤں میں آج ہم سانس لے رہے ہیں۔

یہاں یہ ذکر کرنا یقیناً لازمی ہوگا کہ اس تنظیم کے قیام کا محرک بلا شبہ ہندوستان کے مسلمانوں کی حق تلفی، کانگریس کی فرقہ وارانہ ذہنیت اور مسلمانوں کی جداگانہ قومی حیثیت تھی اسی لئے محسن ملت سر سید احمد خاں مرحوم نے بھی کانگریس کی اس بیمار ذہنیت کا اندازہ لگاتے ہوئے مسلمانوں کو اپنی جداگانہ حیثیت برقرار رکھنے اور اس فرقہ

---

[1] ماہنامہ "نصرت" لاہور شمارہ جنوری فروری ۱۹۶۸ء، ص ۸۰، روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور ۳ر دسمبر ۱۹۰۶ء

[2] سید حسن ریاض "پاکستان ناگزیر تھا" مطبوعہ کراچی یونیورسٹی پریس: ۱۹۶۷ء ص ۵۳

پرست جماعت میں شرکت کرنے سے اجتناب کرنے کا مشورہ دیا تھا اور مرحوم کے اس نظریئے کی تصدیق تقسیم بنگال (جو مسلمانوں کے مفاد میں تھی) کی مخالفت میں کانگریس کے شدید ہنگاموں اور ہر روز کے احتجاجات نے خود کر دی اور مسلمانوں نے کلیتہً یہ محسوس کر لیا کہ۔

"مسلمان ہندوستان میں اپنی دوسری ہمسایہ قوموں سے ایک خمس کے قریب ہیں اور اس لئے یہ ایک صاف مضمون ہے کہ اگر کسی وقت برٹش حکومت ہندوستان میں قائم نہ رہی تو اس وقت وہی قوم ملک پر حکمران ہوگی جو تعداد میں ہم سے چار گنا زیادہ ہے۔ اس وقت ہماری حالت یہ ہوگی کہ ہمارا مال۔ ہماری آبرو۔ ہمارا مذہب سب خطرے میں ہوگا۔"[1]

چنانچہ یہی احساس مسلمانوں کی علیحدہ سیاسی شیرازہ بندی پر منتج ہوا اور مسلم لیگ کے نام سے جو نئی سیاسی تنظیم وجود میں آئی وہ خالصتہً مسلم سیاسی جماعت تھی اس تنظیم کا جو مینی فیسٹو[2] تھا وہ قابل توجہ ہے:۔

(الف) ہندوستان کے مسلمانوں میں حکومت برطانیہ کے ساتھ وفاداری کے جذبات کو ترقی دینا اور کسی آئندہ تدبیر کی نسبت حکومت کے ارادوں کے متعلق اگر کوئی بدگمانی پیدا ہو تو اس کو رفع کرنا۔

(ب) مسلمانان ہند کے سیاسی حقوق اور مفادات کی حفاظت کرنا اور انہیں

---

[1] ۔ سید حسن ریاض "پاکستان ناگزیر تھا"۔ مطبوعہ کراچی یونیورسٹی پریس ۱۹۶۷ء صفحہ ۵۴

[2] (۱) ایضاً (۲) جی الانہ "پاکستان موومنٹ ہسٹاریک ڈاکومنٹس" مطبوعہ کراچی ص ۵۲

(۳) ہیکٹر بولائتھو "جناح" (بزبان انگریزی) آکسفورڈ پریس کراچی ۱۹۶۷ء ص ۵۹

آگے بڑھانا اور ان کی ضروریات اور تمناؤں کی حکومت کے سامنے ادب سے ترجمانی کرنا۔

(ج) دوسری جماعتوں کے خلاف مسلمانوں میں مخالفت کے جذبات کی نشوونما کا اس طریقے سے انسداد کرنا کہ لیگ کے مذکورہ بالا اغراض و مقاصد کو ضرر نہ پہنچے۔

ان اغراض و مقاصد پر نظر ڈالتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسلم لیگ انگریز حکومت کی خوشامد یا چاپلوسی کے لئے قائم کی گئی تھی یا مسلمانوں نے انگریز کی غلامی کو برداشت اور گوارہ کر لیا تھا کہ اس تنظیم میں اتنی محتاط اور نرم روح کارفرما تھی؟ اور انقلابی اور خودداری روح کا عنصر نظر نہ آتا تھا۔ ایسا نظریہ قائم کرنے سے پہلے ہمیں ان حالات کا ایمانداری اور عمیق نظر سے جائزہ لے لینا چاہیے جو اس وقت مسلمانوں کو درپیش تھے ــــ مسلمان اس وقت، سیاسی، معاشی معاشرتی غرض کسی لحاظ سے بھی اس قابل نہ تھے کہ انگریزی حکومت یا فرقہ پرست اور قوت پکڑی ہوئی ہندو کانگریس سے براہ راست ٹکر لے سکتے۔ ان کے پاس پہلے سے کوئی سیاسی قوت نہ تھی، شیرازہ بندی منتشر تھی اور ان کو باہم منظم کرنے کا یہ پہلا عملی قدم تھا جو ڈھاکہ میں اٹھایا گیا تھا اور جس کے لئے ضرورت اس بات کی تھی کہ کسی حیلے بہانے مسلمانوں کو منظم کیا جائے ان کی صفوں میں اتحاد قائم کیا جائے۔ انہیں ایک پلیٹ فارم مہیا کیا جائے جہاں وہ باہم مل کر اپنے مسائل اور اپنے حقوق و مفادات کا جائزہ لے سکیں اور ان کا محاسبہ کر سکیں۔ عام مسلمانوں میں ابھی اتنا

شعور پیدا نہیں ہوا تھا جو انگریز کی شاطرانہ سیاست کو سمجھ کر نپٹ سکتے۔
محسن ملت (سر سیدؒ) کی عظیم تحریک اور مساعی نے مسلمانوں میں بیداری کی جو لہر پیدا کر دی تھی اس نے صف اوّل کے طور پر چند جانباز سپاہی تیار کر دیئے تھے لیکن ان کے پاس ابھی اتنا سامان حرب اور تجربہ نہ تھا کہ وہ کوئی سیاسی جنگ لڑ سکتے۔ چنانچہ سیاسی منصوبہ بندی کے لئے ضرورت اس بات کی تھی کہ انگریز حکومت اور ہندو کانگریس (جسے انگریز کی اعانت بھی حاصل تھی) میں سے کسی ایک کا تعاون حاصل کر کے اپنی صف بندی کی جائے —— فرقہ پرست ہندو کے ساتھ اتحاد کسی صورت ممکن نہ تھا۔ وہ مسلمانوں سے اپنی دس سو سالہ غلامی کا بدلہ لینے پر تلا ہوا تھا اور مسلمانوں کو ہندوستان سے ختم کرنے کی ہر تجویز اور حربہ بروئے کار لا رہا تھا —— اور انگریز —— ؟ مسلمانوں کا خیر خواہ تو وہ بھی نہیں تھا بلکہ حقیقت اس سے بھی تلخ ہے کہ وہ ہندو سے بھی بڑھ کر مسلمانوں کا دشمن تھا، ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد تو اس نے اپنی آتش غضب کو جس شدت سے مسلمانوں کے خون سے ٹھنڈا کیا تھا اس کے بعد اسے اپنا خیر خواہ سمجھنا مسلمانوں کے لئے کیونکر ممکن تھا۔ لیکن چند دور اندیش اور ہوش مند مسلم راہنماؤں نے جن کی قیادت سر سید نے فرمائی تھی مسلمانوں کے خلاف انگریز کی اس انتقامی آگ کو بہت حد تک نرم کر دیا تھا۔ اور اب صورت ایسی نہ تھی کہ وہ (انگریز) مسلمانوں کا قلبی دوست اور ہمدرد ہو سکتا۔ لیکن ایسا البتہ ممکن تھا کہ مسلمانوں کو اس غیر ملکی حکومت کی

مزید اتش انتقام سے بچایا جا سکتا - فطری طور پر اپنی تعریف کے بھوکے اور نسوانی ذہنیت کے مالک انگریز کی یہی کمزوری تھی کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی سیاسی شیرازہ بندی کرنے کے لئے انگریزی حکومت کے ساتھ تعاون و وفاداری کا وقتی اعلان کرتی -

ورنہ معترضین آگے چل کر یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس قدر نرم پالیسی پر قائم ہونے والی یہی وہ تنظیم تھی کہ جب مسلمان سیاسی طور پر کسی قدر باشعور اور تجربہ کار ہو گئے ان کی صفوں میں کسی حد تک اتحاد اور مضبوطی پیدا ہو گئی تو انہوں نے اسی مسلم لیگ کے پرچم تلے غیر ملکی سامراج اور کثرت التعداد ، منظم مسلح اور طاقت ور ہندو کانگریس اور ہر ایسی طاقت سے جو مسلمانوں کی تحریک کی مخالف تھی بیک وقت ٹکر لی ہر طاقت کا منہ توڑ جواب دیا اور نتیجۃً دنیا کے نقشے پر سب سے بڑی عظیم اسلامی مملکت وجود میں آئی اور اس ہندوستان کے سینے پر قائم ہوئی جہاں مسلمان کبھی اس قدر بے بس اور مجبور تھا کہ حق کی آواز تک بلند نہ کر سکتا تھا۔

آمدن برسر مطلب . ڈھاکہ میں قیام مسلم لیگ کے بعد تمام مسلم زعماء جو ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے آئے تھے اپنے اپنے صوبوں اور علاقوں کو واپس چلے گئے - پنجاب سے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے لاہور کے میاں برادران میاں محمد شاہ دین بیرسٹرایٹ لا اور میاں محمد شفیع بیرسٹر ایٹ لا نے (معہ چند دیگر ساتھیوں کے) پنجاب کی نمائندگی کی تھی اور موخرالذکر اس تحریک میں پیش پیش رہے تھے - یہ ہر دو برادران انتہائی اعلیٰ تعلیم یافتہ باشعور - وقت کی نزاکت اور زمانے کے تقاضوں سے بخوبی آگاہ تھے اور مسلم لیگ

اُن کے نزدیک مسلمانوں کی سیاسی بیداری اور صف بندی کے لئے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی تھی انہیں اس بات سے انتہائی دلچسپی تھی کہ اس آرگنائزیشن کو ملک کے کونے کونے میں پھیلا دیا جائے تاکہ اس سے عالم گیر نتائج برآمد ہوسکیں میاں محمد شاہ دین قانون وسیاست کے علاوہ علم و ادب سے زیادہ گہرا شغف رکھتے تھے اور ان کا نام اس میدان میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ میاں محمد شفیع کو ایک ماہر قانون دان ہونے کے ساتھ ساتھ سیاست سے گہری دلچسپی تھی اور مسلمانوں کی پسماندگی اور کسمپرسی ان کے سینے کا گہرا درد تھی۔ اُن کے حساس اور دردمند دل کو قوم کی اس حالت یعنی۔ حقوق کی تلفی اور سیاست ومعاشرت اور معیشت میں مسلمانانِ ہند کی پسماندگی نے بہت متاثر کیا تھا اور انہوں نے اپنی تمام صلاحیتوں کو مسلمانوں کی فلاح وبہبود پر صرف کر دیا درد ملت کی یہ چنگاری شعور کی حدود کے اندر داخل ہوتے ہی پھوٹ نکلی تھی۔ وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ سلگتی رہی اور بالآخر ایک شعلہ بن کر بھڑک اُٹھی۔ میاں صاحب نے ایام کالج میں ہی لاہور کی عوامی تحریکوں میں سرگرمی سے حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ ذہن میں ملّی سیاسی خیالات جنم لینے لگے تھے اور ان خیالات کی آبیاری کے لئے آپ پائنیر (PIONEER) سول اینڈ ملٹری گزٹ۔ مسلم ہیرالڈ ٹرائبون وغیرہ ایسے جرائد میں مضامین لکھنے لگے[۱] کالج سے فارغ ہو کر حسب مقصد حیات پانے کے لئے انگلستان کی فضائے علم ریز میں پہنچے تو وہاں جسٹس میاں محمد شاہ دین (سر) عبدالرحیم (سر) علی امام

[۱] ماہنامہ "المراعی" لاہور سر شفیع نمبر شمارہ دسمبر ۱۹۶۷ ص ۳۳

مولوی رفیع الدین مسٹر حسن امام ایسے فرزندان ملت جو آگے چل کر ہندوستان کے آسمان سیاست پر آفتاب بن کر چمکے کی دوستی و صحبت میسر آئی جس نے ان کے خیالات و نظریات کی تعمیر میں مؤثر کردار ادا کیا۔ برطانوی قانون سیاست کی گتھیوں کا بنظر غور مطالعہ کیا اور انہیں سلجھانے کا عملی تجربہ حاصل کرنے کے لئے دار العوام کے اجلاسوں میں بڑے شوق و دلچسپی کے ساتھ شریک رہنے لگے[1]۔ برٹش کانسٹی ٹیوشن اور برٹش پولیٹیکل لائف کا بھی مطالعہ کرتے اور اس موضوع پر انہیں جس قدر مواد ملتا اس کو بہ نظر عمیق دیکھتے[2] اس چالاک اور شاطر سیاست دان قوم کے بڑے بڑے مدبروں اور قانون سازوں کی تقاریر سنتے اور بحث و تمحیص کا مطالعہ کرتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ برطانوی نظام حکومت اور انگریزی سیاست کی باریکیوں اور الجھنوں کو احسن طریقے پر سمجھنے لگے۔ لنڈن میں انجمن اسلامیہ ہند کی کارروائیوں میں بڑی دلچسپی لیتے حتیٰ کہ ۱۸۹۰ء میں میاں شاہ دین کے وطن واپس آجانے کے بعد انجمن مذکور کے صدر منتخب ہو گئے[3]۔ بیرسٹری سے فارغ ہو کر واپس لوٹے تو پھر سیاستِ وطن کی وادی پر خار میں داخل ہو گئے۔ اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کو مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر صرف کرنے لگے ہوشیار پور میں جہاں آپ نے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا ۱۸۹۲ء میں انجمن اسلامیہ ہوشیار پور کی بنیاد رکھی[4] ساتھ ہی تحریک علی گڑھ میں شریک ہو گئے اور سر سید احمد خاں کی محمڈن ڈیفنس ایسوسی ایشن کے روح

---

[1] پروفیسر مولانا علم الدین سالک "ماہنامہ الراعی لاہور" سر شفیع نمبر شمارہ نومبر ۱۹۶۷ء ص۳۳

[2] "الراعی" سر شفیع نمبر ص۳۴

رواں بن گئے[1] اور انجمن حمایت اسلام میں نئی روح ڈالی۔

۱۸۹۵ء میں مسلمانوں کی ضروریات کے پیش نظر ایک کمیٹی تشکیل میں آئی جس نے لاہور سے مشہور اخبار "ابزرور" جاری کیا تو میاں شفیع اس کے سیکرٹری مقرر ہوئے[2]

۱۹۰۱ء میں اسی اخبار میں آپ نے سیاسی مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا جس میں اس بات پر زور دیا کہ مسلمانوں کی علیحدہ سیاسی تنظیم قائم کی جائے۔ اور اس کا نام انڈین مسلم لیگ رکھا جائے[3]۔ سیاست میں میاں محمد شفیع سر سید کے پیروکار اور جداگانہ قومیت و نمائندگی کے زبردست حامی تھے۔ اور مسلمانوں کی علیحدہ سیاسی تنظیم کے قیام کے لئے سخت بے چین تھے۔ انہیں جہاں اور جب کہیں بھی خواص و عوام سے براہ راست ملنے کا اتفاق ہوتا اس کی ضرورت پر زور دیتے۔
اجلاس ڈھاکہ سے واپس پہنچتے ہی آپ نے صوبہ پنجاب میں آل انڈیا مسلم لیگ کی صوبائی شاخ قائم کرنے کا فیصلہ کیا جب کہ آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنی صوبائی شاخیں قائم کرنے کے بارے میں ابھی تک کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا تھا[4] اور پنجاب میں صوبائی شاخ قائم کرنے کا یہ فیصلہ ہر دو میاں برادران

---

[1] "الراعی" سر شفیع نمبر شمارہ دسمبر ۱۹۶۷ء صـ۳ [2] ایضاً صفحہ ۷

[3] میاں عبد الرشید ہلالِ پاکستان۔ سابق چیف جسٹس فیڈرل کورٹ آف پاکستان و قائم مقام گورنر جنرل آف پاکستان" ماہنامہ الراعی" لاہور سر شفیع نمبر۔ شمارہ دسمبر ۱۹۶۷ء صـ۸

[4] آل انڈیا مسلم لیگ نے صوبائی شاخیں قائم کرنے کا فیصلہ اپنے دوسرے آئینی اجلاس منعقدہ ۱۸ مارچ ۱۹۰۸ء زیر صدارت میاں محمد شاہ دین بمقام لکھنؤ کیا تھا۔ بحوالہ پیسہ اخبار لاہور شمارہ مارچ ۱۹۰۸ء و سید حسن ریاض، "پاکستان ناگزیر تھا" مطبوعہ کراچی یونیورسٹی پریس ۱۹۶۷ء صـ۵۶

کی خواہش و کوشش کا نتیجہ تھا جس کی تفصیلات آگے آئیں گی اسی اثنا میں ۱۴، ۲ اگست ۱۹۰۷ کو شملہ میں ینگ مینس مسلم ایسوسی ایشن کا سالانہ اجلاس ہوا جس میں اپنے خطبۂ صدارت میں مسلم لیگ کی اہمیت و ضرورت پہ زور دیتے میاں محمد شفیع نے فرمایا[1]

"ملک کی حالت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اب وقت آگیا ہے کہ سربرآوردگان موجودہ کمزوری کی اصل وجوہات کی درست تشخیص کریں اور ان بواعث کو جو اس ضعف کا باعث ہو رہے ہیں دور کرنے میں صداقت کے ساتھ کوشاں ہوں"۔

انہوں نے فرمایا!

"مسلمانان پنجاب کی موجودہ سیاسی حالت کا جائزہ لیتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ہمسایہ اقوام کے مقابلہ میں ہماری پسماندہ قوم کی حالت ہرگز ایسی نہیں کہ بہی خواہان قوم کے لئے تسلی بخش ہو۔ جس پہلو سے بھی اس کی حالت پر نظر ڈالی جائے آنکھوں کے سامنے ایک ایسی تصویر کھینچ جاتی ہے جو دلوں کو مایوسانہ خیالات سے بھرتی اور ہمدردان قوم کی رگوں میں سچے قومی جوش کو موجزن کرتی ہے۔ الغرض ان تمام وسائل اور ذرائع میں جو ایک قوم کے لئے پولٹیکل قوت کا باعث ہوتے ہیں ہماری قوم مقابلتہً بہت کمزور ہے جس کے بُرے نتائج قومی زندگی کے ہر شعبہ میں محسوس ہو رہے ہیں"۔ پنجاب میں مسلمانوں کی افرادی طاقت کا جائزہ لیتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے صوبہ میں مسلمان

---

[1] خطبہ میاں محمد شفیع روزنامہ پیسہ اخبار لاہور شمارہ ۳۱ اگست ۱۹۰۷ء

بہ نسبت دیگر اقوام کے تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور شخصی و مجموعی عزت و وقار کو مدِ نظر رکھ کر مسلمانان پنجاب درحقیقت دیگر اقوام سے اگر برتر نہیں تو ان کے ہم پلہ ضرور ہیں۔ اگر شخصی وقعت کو ملحوظ رکھا جائے تو شہروں میں مسلمان اپنی وجاہت اور انفلوئنس میں کم نہیں۔ تعلیمی میدان میں مسلمان خاطر خواہ ترقی کر رہے ہیں۔ اگرچہ مغربی تعلیم کے لحاظ سے مسلمان اپنے ہم وطنوں سے پیچھے ہیں مگر گذشتہ چند سالوں میں انہوں نے خاطر خواہ ترقی کی ہے اور تعلیمی میدان میں ان کی ترقی کی رفتار اطمینان بخش ہے۔ صوبے میں ایسے درد مندان ملت موجود ہیں جو ملت کا درد رکھتے ہیں —— صوبہ (پنجاب) میں ایسا اسلامی پریس موجود ہے جس کے ذریعے قوم کی درست طور پر راہنمائی کی جا سکتی ہے۔ اور جو ایک مہذب قوم کی ترقی کے لئے لابدی ہو سکتا ہے جس کا اثر قوم کی زندگی کے ہر شعبہ پر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یہ پریس قوم کو بہبود اور ترقی کے راستہ پر لانے میں قابل قدر حصہ لے سکتا ہے۔ انگریزی اخبارات میں "آبزرور" اور اردو اخبارات میں "پیسہ اخبار"۔ "وطن"۔ "وکیل"۔ "ناظم الہند" وغیرہ ایسے مؤقر جریدے موجود ہیں[1]۔ جب یہ حالات و ذرائع موجود تھے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانان پنجاب کی

---

[1] روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور خطبہ میاں محمد شفیع ۔ ۳۱ اگست ۱۹۰۷ء

سیاسی کمزوری کی وجہ کیا تھی ؟ - اس سوال کا جواب میاں محمد شفیع ہی کے الفاظ میں یہ تھا کہ "مسلمانان پنجاب کی پولٹیکل کمزوری کی اصل وجہ ان کی قومی زندگی کے کسی پہلو میں بھی باضابطہ آرگنائزیشن کا نہ ہونا - ان کا سرمایہ اور تجارت بے طریقہ اور اپنے حقوق کے حصول کیلئے ان کی سب کوششوں کا غیر متحد ہونا ہے"[1]
اس مسئلے کا حل تجویز کرتے ہوئے انہوں نے کہا :-

اگر مختلف طاقتیں جو اس وقت منتشر ہیں ایک جگہ جمع ہو کر مناسب اصولوں کو مدنظر رکھ کر بالاتفاق قومی ترقی کی غرض سے کام کریں تو ہر صاحب عقل قیاس کر سکتا ہے کہ اس کا قوم کے حق میں کس قدر مفید اثر ہو سکتا ہے - ایک ایسے ملک میں جہاں ایسی مختلف اقوام آباد ہوں کہ ان کی تعداد میں فرق ان کے مذاہب میں اختلاف - ان کے لٹریچر الگ - ان کی گذشتہ تاریخ علیحدہ اور اسی باعث ان کے مفادات بہر حال کسی عرصہ تک مختلف ہوں - پھر جبکہ ہر قوم کی پولٹیکل طاقت کا انحصار بہت حد تک کچھ اس امر پر منحصر ہوتا ہے کہ ملک کی پبلک سروس میں اس قوم کا پورا حصہ ہو اور اگر یہ نہیں تو ظاہر ہے وہ قوم بمقابلہ ہمسایہ اقوام کے یقیناً کمزور ہو گی - اور اس کی یہ کمزوری قومی زندگی کے دیگر پہلوؤں پر مناسب اثر انداز ہو گی - ان حالات کے پیش نظر

---

[1] ایضاً - [2] ایضاً

ہمارے صوبہ میں ایک مستقل آرگنائزیشن قائم ہونا چاہیے۔ جو ہماری قوم کے حقوق کی حفاظت اور اس کی آئندہ ترقی اور بہبود کی تجاویز سوچنے اور ان پر عمل کرنے کیلئے موجود ہو۔ تو اس کا نتیجہ یقیناً خوش گوار برآمد ہو گا[1]

دردِ ملت کے یہی خیالات وجذبات تھے جو میاں صاحب پر جنون کی طرح سوار تھے۔ ملکی واجتماعی حالات ومسائل پر گہری دلچسپی رکھنے کے ساتھ اپنے علاقائی مسائل اور قومی ضروریات وذمہ داریوں میں ان کا دلچسپی رکھنا قدرتی بات تھی۔ چنانچہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس قیام ڈھاکہ کے بعد اس تنظیم کو ملک کے کونے کونے میں پھیلانے اور اس کی جڑوں کو مضبوط اور گہرا بنانے کے لئے سب سے پہلا قدم اہالیان پنجاب جن میں میاں محمد شفیع کا نام بالخصوص لیا جائے گا نے اٹھایا جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ موصوف نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر پنجاب میں مسلم لیگ کی صوبائی شاخ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ میاں صاحب نے نواب وقار الملک سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ سے اس سلسلہ میں خط وکتابت کی[2] اور انہیں اپنے ارادہ وفیصلہ سے آگاہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں ۲۴ مارچ ۱۹۰۷ء کو میاں صاحب موصوف کی قیام گاہ پر لاہور میں دریں سلسلہ ایک ابتدائی جلسہ ہوا اور نو ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جو مجوزہ صوبائی

---

[1] خطبہ میاں محمد شفیع روزانہ پیسہ اخبار لاہور شمارہ ۱۳ اگست ۱۹۰۷

[2] روزانہ رپورٹ جنرل سیکرٹری روزانہ "پیسہ اخبار" لاہور مورخہ ۳ دسمبر ۱۹۰۷ء

شاخ مسلم لیگ کے قیام کے لئے ابتدائی تنظیمی مراحل کا انتظام کرے گی۔[1] میاں صاحب اس کمیٹی کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔[2] اس کمیٹی نے مجوزہ صوبائی مسلم لیگ کے اغراض ومقاصد تجویز کرکے پنجاب کے مختلف شہروں کے مسلم زعماء کو ارسال کئے۔[3] پھر ایک سرکلر چٹھی ان کی توجہ اس مقصد کی طرف مبذول کرانے اور تائید مزید کی خاطر ارسال کی گئی۔[4] نیت نیک اور جذبہ مخلص ہو تو نتیجہ یقیناً خوشگوار ہوتا ہے چنانچہ عوام نے ان کی تجویز کو تسلیم کرتے ہوئے اس کمیٹی کی حوصلہ افزائی کی۔[5] چھ ماہ تک اِس کمیٹی کے مختلف اجلاس ہوئے اور عوامی شعور و توجہ کو اس قومی ضرورت کی خاطر بیدار کیا گیا۔ جس سے حوصلہ افزا نتائج برآمد ہوئے اور انفرادی طور پر کے علاوہ پنجاب کے مختلف شہروں کی مختلف سماجی انجمنوں نے جلسے منعقد کئے اور اس تجویز کی تائید میں ریزولیوشنز پاس کئے۔[6] پنجاب کے پچیس [25] بڑے بڑے شہروں سے قریباً یک صد سربرآوردگان نے صوبائی مسلم لیگ کی اس تجویز پر خوشی کا اظہار کیا اور اپنی پوری امداد و تعاون کا یقین دلایا بالآخر ۳۰ نومبر ۱۹۰۷ کو مسلم زعمائے پنجاب کا وہ تاریخی اجلاس منعقد ہوا جس میں پنجاب پراونشل مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا اور مسلمانان پنجاب نے کل مسلمانان ہند کی واحد سیاسی تنظیم کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے پہلا بنیادی پتھر رکھا۔ یہ اجلاس لاہور میں میاں محمد شفیع بیرسٹرایٹ لا کی قیام گاہ متصل چیف کورٹ پر منعقد ہوا[7] اور اس

---

[1] ایضاً [2] ایضاً [3] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً [6] ایضاً

[7] روزنامہ پیسہ اخبار لاہور ۳ دسمبر ۱۹۰۷ء

اجلاس میں جن سربراہان ونمائندگان ملت نے شرکت کی ان کی نمائندہ حیثیت کو واضح کرنے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی پوری فہرست پیش کردی جائے۔ جو یہ ہے۔

شرکاء اجلاس

لاہور

۱۔ خان بہادر میاں محمد شاہ دین، بیرسٹرایٹ لاء

۲۔ میاں محمد شفیع، بیرسٹرایٹ لاء و چیرمین اسلامیہ کالج کمیٹی

۳۔ مسٹر احمد حسین، بیرسٹرایٹ لاء، مینجنگ ڈائریکٹر اورینٹ بنک آف انڈیا

۴۔ مرزا جلال الدین، بیرسٹرایٹ لاء

۵۔ میاں شاہ نواز، بیرسٹرایٹ لاء

۶۔ شیخ عمر بخش بی۔اے، پلیڈر، مینجنگ ڈائریکٹر پائنیر لیدر کمپنی

۷۔ مولوی احمد دین بی۔اے، پلیڈر

۸۔ شیخ گلاب دین، پلیڈر

۹۔ شیخ تاج الدین بی۔اے، میونسپل کمشنر

۱۰۔ میاں سراج الدین، میونسپل کمشنر

۱۱۔ شیخ محمد بخش ٹھیکیدار

۱۲۔ مرزا محمد اسد بیگ

۱۳۔ مرزا اسلم بیگ رئیس

۱۴۔ میاں نظام الدین

۱۵- میاں علم الدین پنشنر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر

۱۶- مولوی محمد انشاء اللہ خاں، ایڈیٹر روزنامہ "وطن" لاہور

۱۷- میر ناظم حسین ناظم، ایڈیٹر "ناظم الہند" لاہور

۱۸- مولوی محبوب عالم، ایڈیٹر روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور

۱۹- منشی عبدالعزیز، مینجر "پیسہ اخبار" لاہور

۲۰- خان صاحب ڈاکٹر غلام جیلانی

۲۱- منشی نظام الدین

۲۲- شیخ عبدالعزیز بی۔ اے، ایڈیٹر "آبزرور" لاہور

۲۳- خان صاحب میاں غلام محی الدین، سابق سپرنٹنڈنٹ وورو

۲۴- شیخ دین محمد

۲۵- سید محمد علی جعفری ایم، اے، قائم مقام پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور

۲۶- حکیم محمد شریف۔

امرتسر:-

۲۷- خان بہادر خواجہ یوسف شاہ، آنریری مجسٹریٹ

۲۸- میر حبیب اللہ، آنریری مجسٹریٹ و سیکرٹری انجمن رفیق الاسلام

۲۹- شیخ محمد عمر بی۔ اے، بیرسٹر ایٹ لاء

۳۰- بابو نظام الدین اسسٹنٹ سیکرٹری انجمن اسلامیہ امرتسر

۳۱- شیخ غلام محمد پروپرائٹر

۳۲- میر سید محمد، ایڈیٹر "وکیل"

لدھیانہ :-

۳۳- شیخ محمد نصیب بیرسٹرایٹ لاء

۳۴- مولوی حسن محمد ڈیلیگیٹ انجمن حمایت اسلام لدھیانہ۔

انبالہ :-

۳۵- مرزا اعجاز حسین بی۔ اے ایڈیٹر صدر انجمن اسلامیہ انبالہ

شملہ :-

۳۶- شیخ شہاب الدین تاجر

دہلی :-

۳۷- شیخ عبدالقادر، بیرسٹرایٹ لاء، ڈیلیگیٹ انجمن بہبود مسلمانان دہلی

۳۸- مسٹر ذکرالرحمٰن بی۔ اے، قائم مقام منجانب پنجابی مسلمانان دہلی۔

قصور :-

۳۹- شیخ میراں بخش پنشنر اسسٹنٹ انجینئر۔

پٹی :-

۴۰- مرزا مبارک بیگ، آنریری مجسٹریٹ۔

فیروزپور :-

۴۱- خواجہ غلام محمد

۴۲- کمال الدین۔

فاضلکا :-

۴۳- خان شمس الدین ٹھیکیدار۔

منٹگمری (موجودہ ساہیوال) :-

۴۴۔ خان صاحب غلام محی الدین ۔

ملتان :-

۴۵۔ شیخ عبدالقادر بی۔اے، پلیڈر، رئیس، صدر ملتان میونسپل کمیٹی۔

لائل پور :-

۴۶۔ میاں غلام باری پلیڈر

۴۷۔ میاں غلام جیلانی پنشنر منصف ۔

راولپنڈی :-

۴۸۔ مسٹر عبدالمجید، بیرسٹرایٹ لاء و سیکرٹری انجمن اسلامیہ راولپنڈی۔

بٹالہ :-

۴۹۔ میاں فیض غلام محی الدین رئیس و صدر انجمن اسلامیہ بٹالہ ۔

مندرجہ ذیل اصحاب اجلاس میں شرکت نہ کر سکے جس کی معذرت کرتے ہوئے انہوں نے لیگ کے مقاصد سے ہمدردی اور تعاون اور اجلاس کی کامیابی کی تمناؤں کے پیغام ارسال کئے جو اجلاس میں پڑھ کر سنائے گئے ۔

۱۔ خان بہادر احمد شاہ، آنریری ڈسٹرکٹ جج، جالندھر۔

۲۔ میاں عبدالعزیز، بیرسٹرایٹ لاء، ہوشیارپور۔

۳۔ میاں احسان الحق، بیرسٹرایٹ لاء، جالندھر

۴۔ شیخ غلام لیسین، پلیڈر، جھنگ ۔

۵۔ مولوی الف دین، پلیڈر، کیمبل پور۔

۶۔ سردار یار محمد خاں، پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، گجرات۔

۷۔ مولوی عبدالحق، پلیڈر، گوجرانوالہ۔

۸۔ خواجہ ضیاء الدین، پلیڈر، لاہور۔

۹۔ شیخ عبدالغنی، پلیڈر، کرنال۔

۱۰۔ خواجہ احمد شاہ، رئیس، لدھیانہ۔

۱۱۔ شیخ دین محمد، پلیڈر، لاہور۔

۱۲۔ مولوی عبدالقادر، پلیڈر، لاہور۔

۱۳۔ چودھری شہاب الدین، پلیڈر، لاہور [1]

جب اجلاس شروع ہوا تو مولوی محبوب عالم ایڈیٹر روزنامہ پیسہ اخبار لاہور کی تحریک پر میاں محمد شاہ دین بیرسٹر ایٹ لا (مابعد جسٹس پنجاب چیف کورٹ) نے اجلاس کی صدارت کی [2] میاں محمد شفیع نے جو ابتدائی کمیٹی کے سیکرٹری اور کنوینر کی حیثیت رکھتے تھے اپنی درج ذیل رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ جس میں آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کی مختصر تاریخ، مسلمانوں کی سیاسی تنظیم کی اہمیت وضرورت اور راہنمایان ملت پر اس تنظیم کو مؤثر بنانے اور اس نئی راہ کی دشوار گذاری ومشکلات میں جرأت مندانہ قابو پانے پر زور دیا چنانچہ انہوں نے فرمایا۔

---

[1] (روزنامہ پیسہ اخبار لاہور، مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۰۷ء)

[2] کارروائی اجلاس مطبوعہ روزانہ پیسہ اخبار لاہور شمارہ ۶ دسمبر ۱۹۰۷ء



میاں سر محمد شفیع بیرسٹرایٹ لاء



سر آغا خان

میاں محمد شفیع بار ایٹ لاء

خطبہ[1] بحیثیت سیکرٹری: افتتاحی اجلاس پنجاب پراونشل مسلم لیگ لاہور

۳۰ نومبر ۱۹۰۷ء

صاحبان! ابتدائی کمیٹی کی طرف سے میں آپ سب کا تہ دل سے خیر مقدم کرتا ہوں۔ ہم ممبران ابتدائی کمیٹی آپ کے تہ دل سے ممنون ہیں کہ آپ نے ہم لوگوں کی استدعا پر آج کے جلسے میں شمولیت کی تکلیف فرمائی۔ اور خصوصاً وہ صاحبان جو پنجاب کے مختلف حصوں سے سفر کی تکالیف گوارہ کر کے آج یہاں اس قومی کام میں حصہ لینے کے لئے تشریف لائے ہیں ہمارے خاص تشکریے کے مستحق ہیں۔

صاحبان! ہماری پس ماندہ قوم میں پولیٹیکل اغراض کے لئے ایک قومی انجمن قائم کرنے کی ضرورت مدتوں سے محسوس ہو رہی تھی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اس بزرگ قومی لیڈر کی زندگی میں ہی جس

---

[1] رپورٹ مطبوعہ روزنامہ پیسہ اخبار لاہور مورخہ ۲ر دسمبر ۱۹۰۷ء

نے مسلمانان ہندوستان کو خواب غفلت سے جگایا، اس ضرورت کو سربرآوردگان قوم نے تسلیم کیا اور سرسید احمد خان مرحوم کی پاکیزہ اور مقدس عمر کے آخیر سالوں میں اس بزرگ کے مشورے سے ایک انجمن قائم کی گئی جس کا نام "اینگلو محمڈن ڈیفنس ایسوسی ایشن آف اپر انڈیا" رکھا گیا تھا۔ جس کے آنریری سیکرٹری مسٹر محمود اور مسٹر تھیوڈر بیک صاحبان مقرر ہوئے تھے چند سال تک وہ انجمن اپنی طرز پر، جو اس وقت کے حالات کے مناسب تھی، کام کرتی رہی۔ مگر ان تینوں بزرگوں کی وفات کے بعد، جو اس انجمن کے روح رواں تھے، اس کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔

کچھ عرصہ بعد نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین بہادر نے صوبجات متحدہ میں مسلمانوں کی ایک قومی پولٹیکل آرگنائزیشن بنانے کا کام شروع کیا اور مختلف مقامات پر تشریف لے جا کر مقامی مجلسیں قائم کیئے جانے کی تجویز کی۔ جن دنوں ہز رائل ہائینس شہزادہ ویلز اپنے سفر ہندوستان میں علی گڑھ تشریف لے گئے مسلمانان ہندوستان کے سربرآوردگان وہاں جمع ہوئے اور اس موقع پر اس مضمون کے متعلق گفتگو ہوئی۔ ابھی لیڈران قوم اس بارے میں اپنے خیالات کا تبادلہ کر رہے تھے کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے ایک کمیٹی اس غرض سے مقرر کی کہ ہندوستان کی موجودہ طرز حکومت میں کیا کیا اصلاحیں ہو سکتی ہیں۔ اس موقع پر ہماری قوم کے

مرحوم لیڈر نواب محسن الملک کی کوششوں کا نتیجہ اس آل انڈیا محمڈن ڈیپوٹیشن کی صورت میں ظاہر ہوا جس نے یکم ماہ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو حضور وائسرائے کی خدمت میں ہماری پس ماندہ قوم کی طرف سے ایک میموریل پیش کیا جس میں مسلمانوں کے قومی حقوق اور ضروریات کا بالتشریح اظہار تھا۔ جن دنوں میں اس میموریل کے مسودے کی بابت باہمی مشورہ ہو رہا تھا، مسلمانان ہند کے قائم مقاموں کا ایک جلسہ بمقام لکھنؤ بماہ ستمبر ہوا جس میں امرت سر کی طرف سے خان بہادر خواجہ یوسف شاہ اور لاہور کی طرف سے یہ نیاز مند موجود تھے۔ وہاں پر بھی مسلمانان ہندوستان کی پولیٹیکل آرگنائزیشن قائم کرنے کا مشورہ کیا گیا تھا جس میں نواب محسن الملک مرحوم اور نواب وقار الملک و دیگر سربرآوردگان قوم موجود تھے اور قرار پایا کہ اس امر کی نسبت بمقام شملہ، جس وقت آل انڈیا محمڈن ڈیپوٹیشن کے ارکان جمع ہوں، پھر مشورہ کیا جاوے۔ چنانچہ اس فیصلے کے مطابق شملہ میں ہز ہائینس سر آغا خان کی موجودگی میں اس مسئلے پر گفتگو ہوئی اور سب عالی قدر بزرگان قوم نے جو اس وقت موجود تھے فیصلہ کیا کہ بماہ دسمبر، جب مختلف اطراف ہند سے قوم کے قائم مقام ایجوکیشنل کانفرنس کے لئے بمقام ڈھاکہ جمع ہوں اسی وقت آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد رکھی جاوے۔ چنانچہ دسمبر گزشتہ میں اس قرارداد کے مطابق بمقام ڈھاکہ

قائم مقامان قوم کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس کے صدر نواب وقار الملک بہادر تھے۔ اور اس موقع پر آل انڈیا مسلم لیگ کا بنیادی پتھر رکھا گیا۔ اور ایک کمیٹی اس کے قواعد تیار کرنے کے لئے مقرر کی گئی جس کی محنتوں کا نتیجہ اس سال بمقام کراچی سالانہ جلسے کے موقع پر قوم کے روبرو پیش ہوگا۔

ڈھاکہ کے جلسے کے بعد نواب وقار الملک بہادر کے ساتھ میری خط وکتابت پنجاب پراونشل مسلم لیگ۔ قائم کئے جانے کے متعلق شروع ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بتاریخ ۲۴ مارچ ۱۹۰۷ء کو ایک مختصر جلسہ لاہور میں اس امر پر غور کرنے کی غرض سے اسی جگہ منعقد ہوا جہاں آپ سب جمع ہیں۔ اس جلسے میں پراونشل مسلم لیگ کے قیام کا کام ہاتھ میں لینے کی غرض سے ۹ ممبران کی ایک ابتدائی کمیٹی اس غرض سے مقرر کی گئی کہ وہ ابتدائی مرحلوں کا بندوبست کرے اور حاضرین نے مہربانی سے مجھے اس کمیٹی کا سیکرٹری منتخب کیا۔ گزشتہ چھ ماہ میں اس کمیٹی کے وقتاً فوقتاً متعدد اجلاس ہوئے جن میں اول اغراض ومقاصد لیگ تجویز کرکے ان کو پنجاب کے جملہ سربرآوردگان کی خدمت میں ارسال کیا گیا۔ اور ایک سرکلر چٹھی بزرگان کو اس کام کی طرف توجہ دلانے کے لئے جاری کی گئی۔ اس چٹھی کے جو جواب پنجاب کے مختلف شہروں سے آئے انہوں نے ابتدائی کمیٹی کی اس تجویز کی کامیابی کی کماحقہ امید دلائی۔ پنجاب کے پچیس شہروں سے قریباً یک صد سربرآوردگان نے تحریری

اور نہ بانی اظہار مسرت کیا اور مسلم لیگ قائم کرنے میں امداد دی، وعدے
فرمائے۔علاوہ ازیں بہت سی انجمنوں نے جلسے کر کے اس تجویز کی
تائید میں ریزولیوشن پاس کیے۔ بعد ازاں اس ابتدائی کمیٹی نے لیگ کی
کارروائی کے متعلق چند قواعد تجویز کیے جو اس نیاز مند نے چھپوا کر تمام
ضلعوں میں تقسیم کیے اور جو غالباً حاضرین کی خدمت میں ارسال ہو چکے
ہیں۔ اس کے بعد یہ تجویز کی کہ ماہ نومبر کے اخیر ہفتے میں چیدہ احباب
کا ایک خاص جلسہ لیگ کے اغراض و مقاصد پاس کرنے اور دو تین اور
قومی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے منعقد کیا جاوے۔ لیگ کے اغراض
اور حالات موجودہ کو مد نظر رکھ کر سب احباب کی متفقہ رائے ہوئی کہ
اس پہلے مجمع میں باہر کے مقامات کے چیدہ چیدہ قائم مقاموں کو مدعو کیا
جاوے اور لاہور سے ان صاحبان کا انتخاب کیا جاوے جن کی نسبت
ہمیں یقین ہے کہ وہ اس قومی کام کے متعلق خاص مذاق رکھتے ہیں اور
قوم مسلمانان کی اس عام پالیسی کے، جو لیڈران قوم نے قوم کے لئے
قرار دے رکھی ہے، نہ صرف موئید ہی ہیں بلکہ اس نئے کام کو پورے
شوق کے ساتھ شروع کریں گے۔ اور چونکہ ایک ایسے قومی کام کے
متعلق ابتدا میں ہر طرح پس و پیش کا خیال کر کے کارروائی شروع کرنا ہی
کامیابی کا ذریعہ ہو سکتا ہے، علاوہ ازیں ملک کی موجودہ حالت میں
ایک عام کانفرنس یا جلسے کا پولیٹیکل آرگنائزیشن کے لئے جمع کرنا مناسب
نہیں تھا اس لئے ابتدائی کمیٹی کے فیصلے کے مطابق میں نے بیرونجات

میں جو خطوط جاری کئے ان میں اپنے دوستوں سے استدعا کی کہ وہ اپنے اپنے شہروں سے ایک یا دو قائم مقام اس جلسے میں شمولیت کے لئے منتخب فرما دیں۔ البتہ امرت سر کے بزرگان کی خواہش کے مطابق ان کو اس عام قاعدے سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ الحمدللہ کہ ان جملہ کوششوں کا نیک نتیجہ اس تشفی بخش صورت میں ظاہر ہوا ہے جو اس وقت آپ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ میں آپ کو صدق دل سے یقین دلاتا ہوں کہ جو دلی خوشی مجھے اور ابتدائی کمیٹی کے دیگر ممبران کو اس قومی کام کو شروع کرنے اور پنجاب کے اس قدر معزز احباب کے یہاں جمع ہونے سے ہوئی ہے اس کا اظہار بذریعہ الفاظ نہیں ہو سکتا۔ آج کا جلسہ ہمیں اس بات کا قطعی یقین دلا رہا ہے کہ آخر کار ہماری قوم کے سربرآوردگان اس قومی فرض کو بخوبی محسوس کرنے لگے ہیں اور کمر ہمت باندھ کر اس کار عظیم کا بوجھ کمال دلچسپی سے اپنے کندھوں پر لینے کے لئے تیار ہیں۔

میرے بھائیو! تجربے نے دکھایا ہے کہ اپنی پسماندہ قوم کی بہبودی کے لیے بہی خواہانِ قوم کتنی ہی صداقت کے ساتھ کسی کام کو شروع کیوں نہ کریں خود ہم میں سے ہی اس کے مخالف پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر جوانمردانِ قوم کو ایسی مخالفتوں کی پرواہ نہیں کرنا چاہیے اور خداوند کریم پر بھروسا کر کے اپنے قومی فرائض کی ادائیگی میں نیک نیتی کے ساتھ سرگرم رہنا چاہیے۔ اگر ہم اس نئی آرگنائزیشن کے ذریعے وہ نیک نتائج

جن کی ہم کو امید ہے بہم پہنچا کر قوم کے سامنے رکھیں گے، اگر ہم اپنی کوششوں سے قوم کو یہ دکھلا دیں گے کہ یہ اہم بوجھ محض قومی خیر خواہی اور قومی ترقی کی غرض سے آپ صاحبان نے اپنے سر پر لیا ہے تو یقین جانیے کہ قوم بالاتفاق پراونشل لیگ کی نہ صرف تائید کرے گی بلکہ آپ کی کوششوں کو کامیابی کی حد تک پہنچانے میں پوری امداد کرے گی۔ سلطنت عالیہ انگلستان نے اپنی فیاضی سے جو وسائل اور ذرائع قومی ترقی کے لئے ملک ہندوستان میں بہم پہنچائے ہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم ان وسائل اور ذرائع سے فائدہ اٹھا دیں! قوم کی توجہ ان کی طرف مبذول کریں تاکہ ہمسایہ قوموں کی طرح ہماری پس ماندہ قوم بھی خواب غفلت سے بیدار ہو کر اپنی پولیٹیکل ضروریات کو سمجھے اور ان کے بہم پہنچانے کی مناسب طریقے پر کوشش کرے۔ اگر ہم صداقت کے ساتھ اس قومی فرض کی ادائیگی میں کوشاں ہوں گے تو خداوند کریم جو نیتوں کو سمجھنے اور دلوں کو جاننے والا ہے یقیناً ہمتوں میں برکت دے گا اور ہماری کوششوں کو کامیابی کی حد تک پہنچا دے گا۔ آخر میں ممبران ابتدائی کمیٹی کی طرف سے پھر میں آپ صاحبان کا خیر مقدم کرتا ہوں اور صدق دل سے دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم اس مجمع کو قوم کے لئے چشمۂ فیض بنا دے اور آپ کی کوششوں کے وہ نیک نتائج ہوں جن کی ہم سب کو دل سے امید ہے اور جن کا ہم سب کو انتظار ہے۔"[ھ]

ھ (مطبوعہ: روزنامہ پیسہ اخبار لاہور، بتاریخ ۳ دسمبر ۱۹۰۷ء)

سیکرٹری کی رپورٹ کے بعد میاں محمد شاہ دین صدر جلسہ نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانان ہند کی معاشرتی و سیاسی حالت کا تجزیہ کرتے اور مجوزہ صوبائی مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

خطبہ صدارت: افتتاحی اجلاس
پنجاب پراونشل مسلم لیگ لاہور

حضرات! آج ہم یہاں اس غرض سے جمع ہوئے ہیں کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی، جو گذشتہ سال میں مقام ڈھاکہ قائم ہوئی تھی، ایک شاخ صوبہ پنجاب میں کھولی جاوے۔ جن خاص حالات کی وجہ سے مسلم لیگ کی بنیاد ڈالی گئی تھی ان کے اعادے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی بالخصوص اس لئے کہ آپ سب صاحبان ان حالات سے کم و بیش واقف ہیں، مگر اس قدر عرض کرنا شاید ناموزوں نہ ہوگا کہ گذشتہ تیس سال کے عرصے میں ہندوستان کی مختلف اقوام اور دور دراز حصوں میں جو مادی اور اخلاقی ترقی ہوئی ہے اس کا ایک لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کے ہر گوشے میں ایک حیرت انگیز حرکت کے آثار نمایاں ہیں اور اُن جماعتوں میں، جو مغربی تعلیم کے اثرات سے متاثر ہو رہی ہیں اور جن میں ان خیالات کا احساس پیدا ہو گیا ہے جو یورپ اور امریکہ کی ترقی یافتہ قوموں کے ملکی کارناموں کی بنیاد ہیں، اپنے حقوق کی شناخت اور ان کی حفاظت کی خواہش بڑی شدومد سے جوش زن ہے۔ ہندوستان کے مسلمان بھی اس نئی تحریک کے احاطۂ اثر میں داخل ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ امر بلاشبہ قابل افسوس اور

تعجب انگیز ہوتا اگر ہم اس نئی روشنی اور نئی ترقی کے عمدہ اور صحت بخش خیالات اور اثرات سے علیحدہ اور غیر مانوس رہتے۔ اہل ہند کے ذہنی قوا ہو پر مغربی علوم و فنون کا اثر ایسا گہرا پڑا ہے کہ ان کی اخلاقی و معاشرتی زندگی میں ایک انقلاب عظیم واقع ہوا ہے اور ان متحرک خیالات کی وجہ سے جو مغربی طرز تعلیم سے وابستہ ہیں، قومیت کا شوق بعض تیز رفتار فرقوں کے رگ و پے میں خون کی طرح سرائیت کر گیا ہے۔ اس زمانے کو گزرے ابھی تھوڑا عرصہ ہوا ہے جبکہ مغرب و مشرق میں ان سیاسی خیالات اور تمدنی آئینوں کے اعتبار سے، جن کو قوموں اور ملکوں کی ترقی اور تنزل میں بہت بڑا دخل ہے، زمین و آسمان کا فرق تھا اور وہ فرق خواہ بوجہ دیرینہ تاریخی حالات اور روایات اور خواہ بہ سبب طبعی اور قومی اور اخلاقی اختلافات کے اس قدر بیّن اور اصولی تھا کہ اس کا رفع ہونا قریباً محال معلوم ہوتا تھا، مگر اقتضائے زمانہ اور اس کی رفتار میں وہ جادو ہے جو ناممکن کو ممکن اور محال کو آسان ثابت کر دکھاتا ہے۔ خدا کی شان دیکھو کہ جزیرہ نمائے عرب کے خشک اور گرم ریگستان سے ایک ایسی طلسم آمیز ہوا اٹھی کہ کوہ و بیاباں اور بحر و بر کی نامتناہی مسافتوں کو طے کرتی ہوئی مغرب اقصیٰ تک پہنچی اور اپنے خوشگوار اور دل خوش کن جھونکوں میں ملکوں اور قوموں کو سمیٹتی ہوئی ایک سفید اور شفاف ابرِ رحمت کی طرح مہذب دنیا کے بڑے حصے پر چھا گئی۔ خوابیدہ مغرب کو بیدار مشرق نے میٹھی نیند سے جگایا اور دونوں حریف کچھ عرصے کے لئے ترقی کے چمن میں باہم مل کر گل گشت کرتے رہے۔ کچھ

عرصہ بعد زمانے نے پھر کروٹ بدلی اور اب جو دیکھا تو کتاب ترقی کا دوسرا ورق پیش نظر تھا۔ خفتہ نصیب ممالک یکایک جاگ اٹھے اور بیدار مغز قومیں عیش کے خمار میں چور ہو کر سو گئیں اور ایسی گہری نیند سوئیں کہ ان کا پھر بیدار ہونا محال معلوم ہوتا تھا۔ ع

"کچھ ایسے سوئے ہیں سونے والے کہ حشر تک جاگنا قسم ہے"۔

کچھ اور زمانہ گزر گیا اور اب تیسرا دور شروع ہوتا ہے۔ مغرب دبے پاؤں مشرق کی خواب گاہ میں آیا ہے اور شب گزشتہ کی بلا خیز اور ہوش رُبا غنودگی سے اپنے پرانے دوست کو ہلا ہلا کر بیدار کرنے میں مصروف ہے۔ یہ قابلِ قدر کام ایسے مرحلے کو پہنچ چکا ہے۔ کہ مشرق نے کروٹ بدلی ہے، آنکھیں مل کر کھولی ہیں اور اٹھنے کو تیار ہے اور اس سوچ میں ہے کہ اُٹھ کر کیا کرے؟ یہ حالت ایک نہایت نازک حالت ہے اور اہل ہند کو، جو مشرقی قوموں میں چند وجوہات سے ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں، اس حالت کو نہایت مصلحت بینی، عاقبت اندیشی اور عالی حوصلگی سے نباہنا ضروری ہے۔

آئیے ہم ایک لحظے کے لئے غور کریں کہ ہندوستان میں اس خاص حالت کے ساتھ ہم مسلمانوں کا کیا اور کیسا تعلق ہے اور ہمارا طریق عمل اس کی نسبت کیا ہونا چاہیے۔

اس امر کے متعلق سب سے پہلا سوال جو ہم کو مدِ نظر رکھنا چاہیے یہ ہے کہ جو پولیٹیکل تعلق انگریزی قوم کو اہل ہندوستان کے ساتھ ہے

اس کا قائم رہنا اور مستحکم ہونا ہماری بہبودی اور ہر دو اقوام کی آئندہ بہتری کے لئے لابدی ہے اور جو عمارت قومی اور ملکی تمدنی کی ہم اپنی آنے والی نسلوں کے لئے بنا رہے ہیں اور بنانا چاہتے ہیں اس کا بنیادی پتھر یہی خیال ہے۔

دوسرا اصول جس پر ہم مسلمانوں کا عمل مبنی ہونا چاہیے یہ ہے کہ مغربی تعلیم و خیالات اور جدید آئین ہائے تمدنی کا ہم کو پورا فائدہ اٹھانا ہے کیونکہ یہ امر ناممکن ہے کہ آج کل کے زمانے میں جدید علوم و فنون اور ترقی کے نئے اسلوبوں کا جو سیلاب زوروں پر چڑھا ہے اس کے تلاطم سے خوف کھا کر ہم اپنی ناؤ اپنے بعض قدیم خیالات کے بیکار اور پایاب نالے میں لے جائیں اور وہاں آرام سے زندگی بسر کر سکیں۔ ہمیں اپنی قومی کشتی عین منجدھار میں کھینی پڑے گی اور ہمیں ان مشقتوں اور دقتوں اور خطروں کے لئے مردانہ وار تیار رہنا چاہیے جو ایک قوی بازو حوصلہ مند باہمت اور شیر دل ملاح کو طوفان کے زور اور بجلی کی کڑک میں ایک ناپیدا کنار سمندر پر پیش آتے ہیں۔ زمانۂ جدید میں باہم مقابلے سے اپنی مدد آپ کر کے ترقی کرنا شخصی اور قومی فلاح کے لئے اکسیر کا اثر رکھتا ہے۔ اور یہ یاد رکھو کہ جس قوم کا طریق عمل اس اصول کے مطابق نہ ہوگا وہ ایک دن قعر تنزل میں گر کر رہے گی۔ ہماری خوش قسمتی سے ہماری ہمسایہ قوم ہنود جو پہلے سے اس ملک کی علمی اور تمدنی خزانوں کی کنجیاں اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے ہے اس اصول پر جان توڑ کر عمل کر رہی ہے۔ اور یہ مہذب دنیا کو دکھا رہی ہے

کہ گذشتہ ادبار اور پست ہمتی نے مشرق کی کمر توڑ دی ہے تاہم ہندوستان کی ایک ممتاز قوم اپنے ملک کی بوسیدہ ہڈیوں میں جدید علمی ترقی کی نئی روح پھونکنے کی قابلیت رکھتی ہے۔

ہم مسلمانوں کو اس روشن خیالی کی تقلید کرنا لازمی ہے تاکہ ہم بھی اپنی گم شدہ تہذیب کو پھر حاصل کر سکیں اور اس پر جدید اصولِ ترقی کا رنگ چڑھا کر زمانۂ موجود کی طاقتور قوموں کے ہم قدم ہو کر چل سکیں اور تمدن و شائستگی کی دشوار منزلیں طے کریں۔

مغربی تعلیم کے متعلق، جو جدید تہذیب کے حصول کے لئے ایک لازمی ذریعہ قرار دی جا چکی ہے، ہم مسلمان کچھ کر چکے ہیں اور کچھ کر رہے ہیں مگر، موجودہ طرزِ حکومت کے نتائج سے پورا فائدہ اٹھانے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ہم محض تعلیمی ترقی پر اپنی قومی فلاح کا مدار نہ رکھیں بلکہ ضروریات زمانہ کے مطابق اپنے پولیٹیکل حقوق کا احساس حاصل کر کے ان کی کافی نگہداشت کریں۔ اور اس غرض کے لئے سب قسم کے لوازمات جو انگریزی سلطنت کے قیام کے کسی نہج سے مغائر نہ ہوں مہیا کریں اور یہ امر بدیہی ہے کہ گذشتہ ملکی حالات اور چند قومی اور مذہبی اختلافات کی وجہ سے، جو ہر حصۂ دنیا میں کم و بیش پائے جاتے ہیں، ملک ہندوستان میں ہم مسلمانوں کے بعض قومی اغراض ان اغراض سے متحد نہیں ہیں جو دیگر اقوام ہند کے پیش نظر ہیں اور اس لئے ان اغراض کی تکمیل کے لئے ہمارا طریق عمل کسی حد تک بہت عرصے

کے لئے جداگانہ رہے گا۔ علاوہ اس کے حکمران قوم کے مفتوح قوموں کے ساتھ جو باہمی ملکی اور اخلاقی تعلقات ہوتے ہیں اور ہونے چاہییں ان کی کیفیت اور وسعت کے متعلق ہم مسلمانوں کے خیالات بعض دیگر ترقی یافتہ قوموں کے خیالات سے مختلف ہیں اور اگر موجودہ حالات ملک میں کوئی بہت بڑی تبدیلی واقع نہ ہوئی تو غالباً ایک عرصے تک مختلف رہیں گے۔ پس یہ امر لازمی ہے کہ ہم مسلمان اپنی خاص قومی ضروریات کا احساس کسی حد تک ایک علیحدہ بنیاد پر اور ایک مخصوص پیمانے پر کریں اور ان کے پورا کرنے کے وسیلے ایسے اختیار کریں جو اُن وسیلوں سے نسبتاً علیحدہ ہوں جو دوسری ہمسایہ قوموں نے اپنے حالات اور خیالات کے مطابق اختیار کر رکھے ہیں۔ ہم کو از روئے تجربہ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ تمدنی، اخلاقی اور معاشرتی ترقی کے لحاظ سے ہندوستان کے باشندے ابھی تک اس امر کے ناقابل ہیں کہ ان کو اُس قسم کے پولیٹیکل حقوق اور اختیارات دیے جائیں جو اعلیٰ درجے کی مہذب اور خود مختار قوموں کو یورپ میں حاصل ہیں کیونکہ جو محدود اختیارات اور حقوق ان کو دیے جا چکے ہیں ان کے استعمال کرنے میں بدقسمتی سے ہمارے تعلیم یافتہ ہم وطنوں کی بعض جماعتوں نے اعتدال، خوش اسلوبی اور عالی حوصلگی سے کام نہیں لیا۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ ہماری پولیٹیکل خواہشات ہماری قومی اور شخصی استعداد کی حد تک محدود رہیں اور ان کی تکمیل کے ذرائع اختیار کرنے میں ملکی اور انتظامی دقتوں کا خیال ہر وقت ہمارے پیش نظر رہے۔

یہ اصول منجملہ ان چند اصولوں کے ہیں جن کی بناء پر آل انڈیا مسلم لیگ گزشتہ سال میں قائم کی گئی تھی۔ اور انہی اصولوں کے مطابق اپنی قومی اغراض حاصل کرنے کے لئے اس لیگ کی ایک شاخ اس صوبۂ پنجاب میں ہم کو آج قائم کرنا ہے۔

لاہور چونکہ اس صوبے کا نہ صرف دارالحکومت بلکہ علمی و تمدنی مرکز ہے اس لئے ایسی شاخ کے قائم کرنے کے لئے اور کوئی شہر لاہور سے زیادہ موزوں نہیں ہو سکتا۔ اس شہر میں اس سے پہلے بعض ایسی اسلامی انجمنیں موجود ہیں جو کم و بیش کامیابی کے ساتھ بعض خاص خاص اغراض کی تکمیل کر رہی ہیں اور امید ہے کرتی رہیں گی۔ اِن سب میں "انجمن اسلامیہ" ایک ایسی انجمن ہے جس نے اپنے وقت میں چند پولیٹیکل معاملات کے متعلق، جن کا اثر پنجاب کے مسلمانوں پر پڑتا تھا، خاص معین حدود کے اندر نہایت عمدہ اور قابل تعریف کام کیا ہے۔ مگر جدید ملکی حالات اور ہماری بعض نوزائیدہ پولیٹیکل ضروریات کے لحاظ سے انجمن اسلامیہ کا کانسٹی ٹیوشن کافی وسیع نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ اس کے ممبران کے معزز گروہ میں ایک معقول تعداد عہدیداران سرکاری کی شامل ہے ہم اس کو آل انڈیا لیگ کی شاخ نہیں بنا سکتے۔ نئی ضروریات اور اغراض کی تکمیل نئے ذرائع سے ہونا لازمی ہے۔ اور اس لئے مجبوراً ہم کو اس شاخ کے علیحدہ قائم کرنے کا خیال دامن گیر ہوا ہے۔ اس نئی سوسائٹی کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہیں:

۱۔ مسلمانانِ پنجاب کے پولیٹیکل حقوق کی حفاظت کرنا اور انہیں ترقی دینا اور مسلمانوں میں محبت قوم و وطن کی روح پھیلانا۔

۲۔ مسلمانانِ ہندوستان کی ترقی اور بہبود کے لئے آل انڈیا مسلم لیگ اور دیگر شاخوں سے مل کر کام کرنا۔

۳۔ مسلمانوں کے درمیان برٹش گورنمنٹ کی نسبت سچی وفاداری کا خیال رکھنا اور بڑھانا۔ ملک معظم کی رعایائے ہندوستان کے متعلقہ قوانین و احکام کی نسبت مسلمانوں کے خیالات کا اظہار کرنا۔

۴۔ مسلمانانِ ہندوستان کے تمام مختلف فرقوں اور نیز مسلمانوں اور ملک کی غیر مسلم اقوام کے مابین رشتۂ اتحاد و مودت قائم رکھنا اور بڑھانا۔

اس موقع پر ان مقاصد پر تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں، صرف اس قدر عرض کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر ان اغراض کی تکمیل میں اس نئی انجمن نے حسن عقیدت اور نیک نہادی کے ساتھ کوشش کرنا اپنا فرض سمجھا اور کسی حد تک عملاً اس کوشش میں کامیاب ہوئی تو قوم سمجھے گی کہ اس کے قائم کرنے میں ہمیں اپنا عزیز وقت اور روپیہ ضائع نہیں کرنا پڑا اور اگر اس کی آئندہ کارروائی سے کوئی عملی نتیجہ مرتب نہ ہوا تو سمجھا جائے گا کہ ہم نے بھی بعض دیگر مجلسوں کی طرح اپنے تئیں قابل مضحکہ ثابت کر دکھایا ہے۔ خدا ہم کو کارِ نیک کی توفیق دے۔[1]

---

[1] متن خطبہ صدارت میاں محمد شاہ دین اجلاس بتاریخ ۳۰ نومبر ۱۹۰۷ء مطبوعہ پیسہ اخبار لاہور مورخہ ۳ دسمبر ۱۹۰۷ء و ماہنامہ نصرت لاہور جنوری ۱۹۶۸ء

اغراض و مقاصد پنجاب پراونشل مسلم لیگ

اس صوبائی مسلم لیگ (پنجاب) کے اغراض و مقاصد جن کی وضاحت میاں محمد شاہ دین نے اپنے خطبہ صدارت میں بھی کی تھی مناسب ترمیم و اضافہ کے ساتھ وہی تھے جو آل انڈیا مسلم لیگ اپنے اجلاس ڈھاکہ میں منظور کر چکی تھی۔ اور وہی روح تھی جو مرکز میں کار فرما تھی یعنی

۱۔ مسلمانان پنجاب کے پولیٹیکل حقوق کی حفاظت کرنا انہیں ترقی دینا اور مسلمانوں میں محبت قوم و وطن کی روح پھیلانا۔

۲۔ مسلمانان ہندوستان کی ترقی اور بہبودی کے لئے آل انڈیا مسلم لیگ اور دیگر شاخوں سے مل کر کام کرنا۔

۳۔ مسلمانوں کے درمیان برٹش گورنمنٹ کی نسبت سچی وفاداری کا خیال رکھنا ملک معظم کی رعایائے ہندوستان کے متعلق قوانین و احکام کی نسبت مسلمانوں کے خیالات کا اظہار کرنا۔

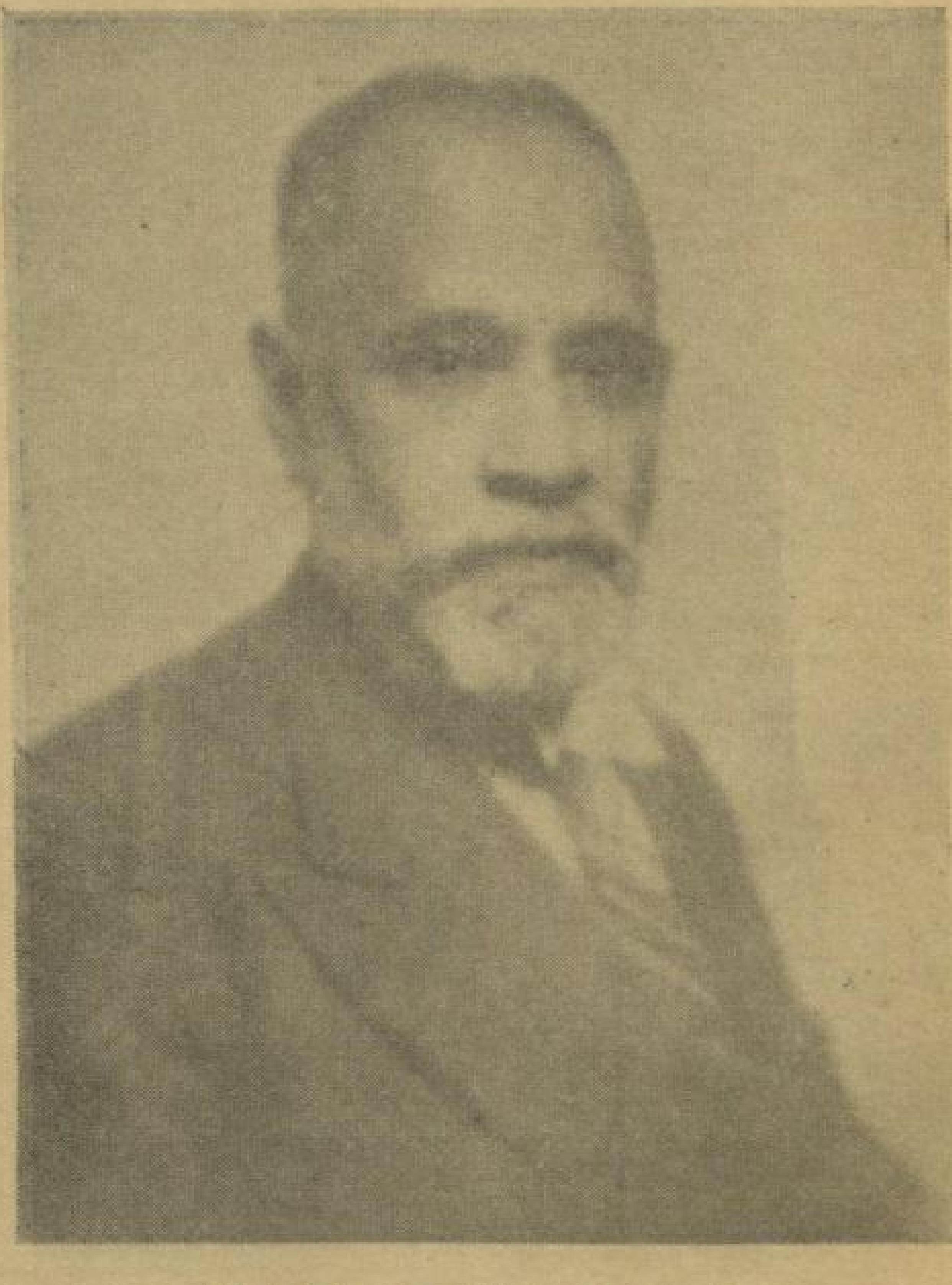
۴۔ مسلمانان ہندوستان کے تمام مختلف فرقوں اور نیز مسلمانوں اور ملک کی غیر مسلم اقوام کے مابین رشتہ اتحاد و مودت قائم رکھنا اور بڑھانا۔

عہدیداران و انتظامی کابینہ

انتخابات کے بعد صوبائی لیگ کی جو انتظامی شکل وجود میں آئی وہ یہ تھی۔[۵۱]

---

۵۱ روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور ۶ر دسمبر ۱۹۰۷ء



جسٹس شیخ عبدالقادر بیرسٹرایٹ لاء



مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں

صدر — خان بہادر میاں محمد شاہ دین بیرسٹرایٹ لاء (لاہور)

نائب صدر[1] — (۱) نواب محمد علی خان قزلباش رئیس (لاہور)

(۲) حکیم محمد اجمل خان رئیس (دہلی)

(۳) خان بہادر سیٹھ آدم جی صاحب صدر انجمن اسلامیہ و آنریری مجسٹریٹ راولپنڈی

جنرل سیکرٹری — میاں محمد شفیع بیرسٹرایٹ لا صدر انجمن حمایت اسلام لاہور

جائنٹ سیکرٹریز — (۱) مولوی محبوب عالم ایڈیٹر روزانہ پیسہ اخبار لاہور

(۲) شیخ عبدالعزیز بی۔اے ایڈیٹر "ابزرور" لاہور

فنانشل سیکرٹری — شیخ گلاب دین پلیڈر

اسسٹنٹ سیکرٹری — مرزا جلال الدین بیرسٹرایٹ لاء

مجلس عاملہ :-

۱۔ میاں سراج الدین میونسپل کمشنر

۲ شیخ عمر بخش بی۔ اے پلیڈر

۳۔ مولوی احمد دین بی۔اے۔ پلیڈر

۴۔ چودھری شہاب الدین بی۔ اے۔ ایل ایل بی۔ پلیڈر

۵۔ خواجہ کمال الدین بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ پلیڈر

۶۔ شیخ تاج دین بی۔اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ پلیڈر و میونسپل کمشنر

۷۔ خواجہ ضیاءالدین پلیڈر

---

[1] نائب صدر منتخب مابعد در اجلاس ۱۹ر دسمبر ۱۹۰۷ء

۸- مولوی محمد انشاء اللہ خان ایڈیٹر "وطن" لاہور

۹- منشی عبدالعزیز مینجر پیسہ اخبار لاہور

۱۰- میر ناظم حسین ناظم ایڈیٹر ناظم الہند

۱۱- حکیم غلام نبی

۱۲- حکیم محمد شریف

۱۳- خانصاحب غلام جیلانی شمس الاطباء

۱۴- شیخ محمد بخش کنٹریکٹر

۱۵- خواجہ غلام محمد (فیروزپور)

۱۶- مرزا اعجاز حسین بی - اے - ایل ایل بی پلیڈر انبالہ

۱۷- خواجہ احمد شاہ رئیس و میونسپل کمشنر لدھیانہ

۱۸- شیخ محمد نصیب بیرسٹرایٹ لاء (لدھیانہ)

۱۹- شیخ عبدالقادر بیرسٹرایٹ لاء (دہلی)

۲۰- شیخ عبدالحق بی - اے ایل ایل بی -

قرار دادیں

(۱) اس اجلاس میں جو قرار دادیں منظور کی گئیں ان میں پہلی قرار داد آل انڈیا مسلم لیگ کو تسلیم کرتے ہوئے صوبائی لیگ کی اس سے الحاق کے بارے میں تھی - یہ قرار داد شیخ عبدالقادر بیرسٹرایٹ لاء نے پیش کی. کہ یہ جلسہ آل انڈیا مسلم لیگ کی ضرورت کو پہچانتا ہے ۔ اس کے قیام کو مسلمانان ہند کے لئے معتبر سمجھتا ہے ۔ پنجاب میں اس کی شاخ قائم

کرنے کی اشد ضرورت سے واقف ہو کر پروونشل مسلم لیگ صوبہ پنجاب قائم کرتا ہے۔" جس کی محمد عمر (امرت سر) خواجہ گل محمد (فیروز پور) مرزا اعجاز حسین (انبالہ) شیخ تاج الدین (لاہور) اور میاں غلام جیلانی (لائل پور) نے تائید کی۔ شیخ عبد القادر نے اپنی قرارداد کی حمایت میں تقریر کرتے ہوئے ارگنائزیشن کے فوائد اور مسلمانوں کو اپنے مفادات کی نگہداشت و تحفظ کی ضرورت پر سخت زور دیا[1]۔ اس دوران میاں محمد شاہ دین بوجہ سخت بیماری دختر چلے گئے اور بقیہ اجلاس کی صدارت شیخ عبد القادر نے کی۔

اتفاق رائے سے قرار پایا کہ اس لیگ کا نام "پنجاب پراونشل مسلم لیگ" ہو[2]۔ بعدہٗ لیگ کے مقاصد پر جو ابتدائی کمیٹی نے قرار دیئے تھے، بحث ہوئی اور آخر کار وہ منظور ہوئے[3]۔

پھر قواعد و ضوابط جلسہ کے سامنے پیش ہوئے اور ایک سب کمیٹی قائم کی گئی کہ وہ ان قواعد و ضوابط پر غور کر کے دوسرے روز جلسہ کے سامنے پیش کرے۔ کمیٹی کے ممبران مندرجہ ذیل تھے[4]۔

۱۔ شیخ عبد القادر ۲۔ شیخ عبد العزیز ۳۔ مولوی محبوب عالم ۴۔ مولوی احمد دین ۵ کمال الدین ۶۔ میاں گل محمد ۷۔ غلام محمد ۸۔ مولوی اعجاز حسین ۹۔ سید محمد ۱۰۔ مولوی انشاء اللہ خان ۱۱۔ میاں محمد شفیع۔ اس کے بعد اجلاس اگلے روز کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔

---

[1] روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور شمارہ ۶ دسمبر ۱۹۰۷ء [2] ایضاً [3] ایضاً

[4] ایضاً۔

جلسہ کی دوسری نشست

اتوار۔ یکم دسمبر ۱۹۰۷ کو پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے تاسیسی اجلاس کی دوسری نشست حسب سابق زیر صدارت میاں محمد شاہ دین ہوئی۔ گذشتہ روز قائم شدہ سب کمیٹی کی رپورٹ پیش ہو کر بحث ہوئی اور مناسب ترمیمات کے ساتھ اس کی سفارشات منظور کر لی گئیں۔[1]

یہ قرار پایا کہ حاضرین جلسہ اس پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے ممبر قرار دئے جائیں۔ جن کے نام رجسٹرڈ ہوئے ان کے علاوہ صوبہ کے ہر ضلع کے مزید پچاس اصحاب کے نام یکے بعد دیگرے پیش ہوئے اور وہ درج رجسٹر کئے گئے۔[2]

(۲) میاں محمد شفیع نے مسلمانان پنجاب کے دو انتہائی اہم مسائل کی طرف ایوان کی توجہ مبذول کرانے کے لئے دو قراردادیں پیش کیں۔ پہلی قرارداد میں انہوں نے کہا کہ حکومت نئی اصلاحات کا نفاذ کرنے والی ہے جس پر مسلمانوں کو سخت توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ کونسلوں کی اصلاحات کی مجوزہ سکیم کے متعلق مسلمانان پنجاب کی رائے ایک عرضداشت تلمیذ کر کے حکومت کے پاس بھیجی جائے۔[3] یہ قرارداد اتفاق رائے سے منظور ہوئی اور ایسی عرضداشت تیار کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس کے ارکان حسب ذیل نامزد ہوئے۔[4]

---

[1] ایضاً [2] ایضاً [3] ایضاً۔ [4] ایضاً



مولوی محبوب عالم (ایڈیٹر پیسہ اخبار)



سر فضل حسین بیرسٹرایٹ لاء

(۱) میاں محمد شاہ دین (۲) میاں محمد شفیع (۳) خواجہ یوسف شاہ (۴) محمد عمر (امرت سر) (۵) شیخ غلام احمد (۶) شیخ عمر بخش (۷) مولوی محبوب عالم (۸) شیخ عبدالعزیز۔[1]

(۳) پنجاب میں ملازمتوں میں مسلمانوں کی حالت قابل رحم تھی۔ مسلمانوں کی آبادی کی اکثریت ہونے کے باوجود ملازمتوں میں مسلمانوں کا تناسب نہ ہونے کے برابر تھا۔ اور عام تعلیمیافتہ مسلمان بیروزگاری کا شکار ہو رہے تھے۔ میاں محمد شفیع نے مسلمانوں کے اس تکلیف دہ اور حق تلف پہلو پر نظر رکھتے ہوئے حاضرین جلسہ کی توجہ مبذول کرائی "کہ صوبے کے مختلف صیغوں میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے اس لئے قرار پایا کہ ایک وفد اس سلسلہ میں لفٹیننٹ گورنر پنجاب سے ملے اور ملازمتوں میں مسلمانوں کے تناسب کے متعلق ایک عرضداشت پیش کرے[1]۔

اس سلسلہ میں جو کمیٹی تشکیل دی گئی وہ یہ تھی[2]

۱۔ میاں محمد شفیع ۲۔ میاں محمد شاہ دین ۳۔ شیخ عمر بخش ۴۔ مولوی احمد دین
۵۔ میاں نظام الدین ۶۔ مولوی انشاء اللہ خاں ۷۔ شیخ عبدالعزیز
۸۔ مولوی محبوب عالم۔

اس سلسلہ میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ اس کے متعلق مسلمان امیدواروں کے نام رجسٹر میں درج کیئے جائیں اور مختلف صیغوں میں لائق اور قابل مسلمانوں کو ملازم ہونے میں مدد دی جائے[3]

---

[1] ایضا۔ [2] ایضا۔ [3] ایضاً۔ (ص ۱۰ تا ۱۱ ایضاً۔)

کیا اس سے قبل بھی کوئی صوبائی لیگ موجود تھی؟

یہاں یہ ذکر قارئین اور خصوصاً محققین کے لئے یقیناً دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے قیام کے وقت ایک ناخوشگوار واقع پیش آیا۔ چند حضرات نے ایک متوازی صوبائی مسلم لیگ قائم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن چند سربرآوردگان ملت کی دانشمندی اور ہوشمندی کی وجہ سے یہ کوشش ناکام ہوگئی۔ مسٹر عظیم حسین نے اپنے باپ کی سوانحعمری "فضل حسین" میں ایک اور صوبائی مسلم لیگ کے وجود کا ذکر کیا ہے جو بقول ان کے مذکورہ صدر "پنجاب پراونشل مسلم لیگ" کے قیام سے قبل قائم تھی[1] لیکن موصوف کے اس بیان کی ان کی اپنی کتاب کے علاوہ کسی اور ذرائع سے تائید نہیں ہوتی۔ جبکہ اس کی تردید پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے قیام سے قبل و مابعد میاں محمد شفیع اور نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین کے مابین خط و کتابت اور ہم عصر ہوئے جریدگان سے ہوتی ہے۔

پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے قیام کے فوراً بعد اگلے روز یعنی ۲ر دسمبر ۱۹۰۷ء کو میاں محمد شفیع بیرسٹرایٹ لاء منتخب سیکرٹری صوبائی لیگ نے سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ کو مندرجہ ذیل تار کے ذریعہ اطلاع دی۔[2]

---

[1] عظیم حسین "فضل حسین" (بزبان انگریزی) مطبوعہ بمبئی ۱۹۴۶ء صـ۹۷

[2] روزانہ پیسہ اخبار لاہور۔ ۶ر دسمبر ۱۹۰۷ء

"منجانب میاں محمد شفیع بیرسٹر ایٹ لاء جنرل سیکرٹری پنجاب پراونشل مسلم لیگ بخدمت نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ امروہہ (داد آباد)

تار مورخہ ۲؍ دسمبر ۱۹۰۷ء

پراونشل مسلم لیگ قائم ہو گئی ہے۔ جناب کو مبارک ہو۔"

اور وقار الملک مولوی مشتاق حسین نے اس کا جواب برقیہ سے دیا:[1]

"منجانب نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ بنام میاں محمد شفیع بیرسٹر ایٹ لاء لاہور

تار مورخہ ۳؍ دسمبر ۱۹۰۷ء

پنجاب پراونشل مسلم لیگ قائم کرنے پر آپ کو بہت مبارکباد پہنچے۔"

یہ دونوں برقیے روزانہ "پیسہ اخبار" لاہور کی ۶؍ دسمبر ۱۹۰۷ء کی اشاعت میں اپنے متن کے ساتھ شائع ہوئے ہیں۔ اور ۹؍ دسمبر کی اشاعت میں مؤقر روزنامہ اپنے اداریہ میں "پنجاب پراونشل مسلم لیگ" کے جلی عنوان سے رقم طراز ہے کہ:-

"اوائل گذشتہ ہفتہ میں اس ناگوار و افسوس ناک واقعہ کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے باضابطہ قائم ہونے پر عین اس روز کہ جس دن اس کا افتتاحی جلسہ ہنوز ختم نہ ہوا تھا

---

[1] ایضاً

چند اشخاص نے اس کا نام معلوم کر کے اپنی ایک انجمن کا بھی یہی نام رکھ لیا اور اشتہار چھاپ کر راتوں رات تقسیم کر دیا اور پبلک پر یہ ظاہر کیا کہ ان کی انجمن آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے پراونشل مسلم لیگ قرار پا چکی ہے۔ حالانکہ یہ بیان حقیقت سے کوسوں دور ہے جیسا کہ نواب وقار الملک بہادر سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ کی ایک چٹھی اسمی مسٹر محمد شفیع صاحب بیرسٹر سیکرٹری پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے مندرجہ ذیل حصہ سے ثابت ہوگا۔ یہ نواب صاحب موصوف کی اصل رسم الخط میں بجنسہٖ درج کیا جاتا ہے۔ یہ چٹھی اس امر کا قطعی فیصلہ کرتی ہے کہ کونسا لیگ درحقیقت آل انڈیا مسلم لیگ کی پراونشل شاخ ہے۔[1]

امروہہ ۵۔ دسمبر ۱۹۰۷ء

مخدومی و محترمی میاں محمد شفیع صاحب بیرسٹر ایٹ لاء و سیکرٹری پنجاب پراونشل مسلم لیگ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ محترمی کا گرامی صحیفہ نے ورود مسئول فرمایا اور بے انتہا خوشی ہوئی کہ آخر آپ بزرگوں کی کوشش سے پنجاب پراونشل مسلم لیگ قائم ہو گئی ہے۔ تار برقی میں اس کے بارے میں یہ آپ کی خدمت میں عرض

---

[1] روزانہ پیسہ اخبار شمارہ ۹ دسمبر ۱۹۰۷ء میں یہ خط اپنے عکس کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

کر چکا ہوں اور اب یہ بارے عرض کر رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ کے مساعی سے جو شاخ پنجاب میں قائم ہوئی ہے یہ تمام دوسرے صوبوں میں بھی پراونشل لیگوں کو نتائج کرنے کے لیئے بحث نظر ہوگی اور آل انڈیا مسلم لیگ کو مضبوط کرے گی۔

مجھ کو مطلق یاد نہیں جو میں نے بحیثیت سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ یا اپنی انفرادی حیثیت میں پنجاب کی ایسی کسی (انجمن کو) انڈیا مسلم لیگ کی شاخ کے طور پر کچھ لکھا پڑھا اور اس کو اس حیثیت میں تسلیم کیا ہو۔ بہت ضروری ہے کہ جس وقت مجھ کو معلوم ہوا تھا کہ پنجاب میں دو جداگانہ کوششیں ایک ہی غرض سے ہو رہی ہیں تو میں نے بعض خطوط لکھے تھے تاکہ حتی الامکان ایک ہوں۔ یہ بعد میں معلوم ہوا کہ آپ کی ایسی کوشش تھی کہ جس کے نتیجہ میں پروانشل لیگ قائم ہوئی دوسری کوشش ہمارے مقاصد کے خلاف ہے تو اُس کے بعد میں نے دوسرے صاحب کو کوئی خط نہیں لکھا اور مجھ کو تو یہ کرنے کے بعد بھی یقین نہیں آتا کہ اوس موقعہ پر ایسا کوئی خط میں نے بھیجا ہو تو اس سے یہ کوئی یہ مطلب اخذ کرلے کہ اِس کے پاس بطور پراونشل مسلم لیگ کے تسلیم کرلی گئی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ"

لہٰذا میاں محمد شفیع اور نواب وقار الملک کے درمیان برقیہ تاروں کے تبادلہ اور مؤقر روزنامہ کے تبصرے اور نواب وقار الملک کے مذکورہ خط بنام

میاں صاحب موصوف سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پنجاب میں اس سے قبل کوئی سیاسی جماعت مسلم لیگ کی صوبائی شاخ کے طور پر قائم نہ تھی۔ اور اگر ایسی کوئی جماعت زیر زمین یا ذہنوں میں موجود تھی تو اس کا کوئی قانونی جواز نہ تھا۔ جیساکہ نواب وقار الملک نے بحیثیت سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ خود ایسی کسی جماعت کی صحت کے تسلیم کرنے کی تردید کی ہے۔ علاوہ ازیں میاں محمد شفیع کی زیر سرکردگی قائم ہونے والی پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے اجلاس کی کارروائی روزانہ "پیسہ اخبار" لاہور کے علاوہ سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور نے بھی بالتفصیل شائع کی۔ اور اس کے متعلق ایک مدلل اداریہ بھی لکھا۔ اس کے علاوہ "پائیر" "وکیل" امرتسر۔ روزنامہ وطن اور ناظم الہند لاہور۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ لدھیانہ۔ اور مخبر دکن مدراس نے بھی مذکورہ صوبائی لیگ کے احیاء پر اس کے بانیوں کی خدمات کو سراہتے ہوئے اس کے حق میں تائیدی مضامین و تبصرے لکھے۔

چنانچہ پنجاب پراونشل مسلم لیگ، مسلمانان پنجاب کی واحد نمائندہ سیاسی تنظیم کی حیثیت سے معرض وجود میں آئی اور اس طرح مسلمانان ہند نے اپنے مفادات و حقوق کے تحفظ کیلئے جس سیاسی آرگنائزیشن کے قائم کرنے کا بیڑہ اٹھایا تھا اس میں پنجاب پراونشل مسلم لیگ کو سنگ میل کی حیثیت حاصل ہوئی۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا پہلا سالانہ اجلاس

اسی سال (۱۹۰۷ء میں) آل انڈیا مسلم لیگ کا پہلا سالانہ اجلاس کراچی میں دسمبر کے آخری ہفتہ میں منعقد ہوا۔ پنجاب پراونشل مسلم لیگ کو فخر حاصل تھا

کہ اس مرکزی سالانہ اجلاس میں کسی صوبائی لیگ کی نمائندگی کرنے والا یہ پہلا وفد تھا۔ چنانچہ پنجاب پراونشل مسلم لیگ کی مجلس انتظامیہ کا پہلا اجلاس ۱۹ دسمبر ۱۹۰۷ء کو منعقد ہوا اور اس میں آل انڈیا مسلم لیگ کے مذکورہ سالانہ اجلاس میں شرکت کے لئے جس وفد کا اعلان کیا گیا وہ مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل تھا؛ۂ

۱- میاں محمد شاہ دین بیرسٹرایٹ لا ۲- میاں محمد شفیع بیرسٹرایٹ لا ۳- مولوی محبوب عالم۔ ۴- شیخ عبدالعزیز ایڈیٹر ابزرور ۵- مرزا جلال دین بیرسٹر ۶- چوہدری شہاب دین پلیڈر ۷- شیخ محمد بخش جنرل کنٹریکٹر ۸- شیخ تاج دین پلیڈر ۹- احمد دین پلیڈر ۱۰- منشی عبدالعزیز مینجر پیسہ اخبار ۱۱- حکیم غلام نبی۔ ۱۲- حکیم محمد شریف ۱۳- مرزا اسلم بیگ ۱۴- میاں نظام الدین بیرسٹر ۱۵- میاں دین محمد رئیس باغبانپورہ ۱۶- حق نواز بیرسٹر ۱۷- ڈاکٹر غلام جیلانی۔ ۱۸- خاں بہادر سیٹھ آدم جی آنریری مجسٹریٹ راول پنڈی ۱۹- مرزا اعجاز حسین انبالوی ۲۰- خواجہ گل محمد ۲۱- شیخ عبدالقادر بیرسٹر (دہلی) ۲۲- خواجہ یوسف شاہ (امرت سر) ۲۳- شیخ عبدالحق پلیڈر (ملتان) ۲۴- سید میر حسن (ملتان) ۲۵- نعمان عبدالقادر (ملتان)

آل انڈیا مسلم لیگ کا مذکورہ صدر اجلاس مجوزہ پروگرام کے مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۰۷ کو کراچی میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اصل ریکارڈ کے مطابق ۲۶ ڈیلیگیٹس نے شرکت کی جن میں سے آٹھ ڈیلیگیٹ

ۂ روزنامہ پیسہ اخبار لاہور ۲۴ دسمبر ۱۹۰۷

ۂ یہ ریکارڈ کراچی یونیورسٹی میں محفوظ ہے۔

پنجاب کی نمائندگان تھے اور جن کے نام یہ ہیں لے

۱۔ (میاں) محمد شفیع بیرسٹرایٹ لاء۔ (لاہور)

۲۔ مسٹر فضل حسین بیرسٹرایٹ لاء (لاہور)

۳۔ عبدالعزیز روئداد "ابزرور" (لاہور)

۴۔ خان بہادر خواجہ یوسف شاہ (امرتسر)

۵۔ خان بہادر شیخ غلام صادق (امرتسر)

۶۔ خان بہادر مولوی محمد شاہ دین بیرسٹرایٹ لاء (لاہور)

۷۔ شیخ عبدالقادر بی۔ اے بیرسٹرایٹ لاء (دہلی)

۸۔ مسٹر حسام الدین بیرسٹرایٹ لاء (لاہور)

اس اجلاس میں کوئی خاص اہم بات نہ ہوئی بہرحال اس سے مسلم لیگ کی باقاعدہ سالانہ نشست کا آغاز ضرور ہوا ہے

آل انڈیا مسلم لیگ کا دوسرا اجلاس ۱۸ر مارچ ۱۹۰۸ کو علیگڑھ میں میاں محمد شاہ دین جو پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے صدر تھے کی صدارت میں ہوا۔ سے یہ اجلاس مسلم لیگ کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا اور خاص اہمیت کا حامل ہے اور اس اجلاس کو آئینی اجلاس کی حیثیت حاصل ہے۔ کہ اس میں مسلم لیگ کا باقاعدہ آئین منظور ہوا اور انتظامی کابینہ

لے ایضاً

سے میاں بشیر احمد "جسٹس شاہ دین" (بزبان انگریزی) مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ طبع اول صفحہ ۵۰

سے سید حسن ریاض "پاکستان ناگزیر تھا" مطبوعہ کراچی یونیورسٹی پریس، ۱۹۶۷ء طبع اول صفحہ ۵۶

قائم ہوئی ہیں جو صوبوں سے منتخب شدہ ارکان پر مشتمل تھی ہز ہائینس سر آغا خاں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر اور میجر حسین بلگرامی سیکرٹری منتخب ہوئے[۱] اس اجلاس میں یہ فیصلہ کہ تمام صوبوں میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کیجائیں[۲] اور پنجاب پراونشل مسلم لیگ جو پہلے ہی قائم ہو چکی تھی مرکزی لیگ (آل انڈیا مسلم لیگ) سے اس کا الحاق کیا گیا[۳]

"مسلمانوں کا روشن مستقبل" کے فاضل مصنف سید طفیل احمد منگلوری علیگ نے اپنی مذکورہ صدر تصنیف میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس علیگڑھ (مارچ ۱۹۰۸) کے بارے میں لکھا ہے کہ اس اجلاس میں "خاص بات یہ ہوئی کہ ایک سال کے اندر ہی صوبہ پنجاب میں دو لیگیں قائم ہو گئیں ایک (سر) محمد شفیع مرحوم کی اور دوسری (سر) فضل حسین مرحوم کی۔ علیگڑھ کے اجلاس میں یہ دونوں لیگیں ملائی گئیں[۴]

لیکن مسٹر عظیم حسین کا بیان ہے[۵] کہ "۱۹۰۷ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ کراچی میں میاں محمد شفیع اور مسٹر فضل حسین اپنی اپنی صوبائی تنظیموں کے الحاق کے لئے رجوع ہوئے۔ میاں محمد شفیع اس سلسلہ میں پہلے سے امید رکھتے ہوئے اپنے ساتھ "اپنی تنظیم کے حامیوں کا ایک بہت

---

[۱] ایضاً [۲] ایضاً [۳] ایضاً

[۴] سید طفیل احمد "مسلمانوں کا روشن مستقبل" مطبوعہ بدایوں: ۱۹۴۰ تیسرا ایڈیشن صفحہ ۳۶۲

[۵] عظیم حسین "فضل حسین" (بزبان انگریزی) مطبوعہ بمبئی: ۱۹۴۶ صفحہ ۹۷

بڑا وفد لے کر گئے اور کراچی میں انہیں راجہ غلام حسین کا قابل قدر تعاون حاصل ہوا۔ دوسری طرف مسٹر فضل حسین کسی قسم کا اندیشہ نہ رکھتے ہوئے اپنے ساتھ اپنے صرف چند ایک پیروکاروں کو لے کر پہنچے۔ اور بحث کے دوران میں جو وہاں ہوئی انہیں مولانا محمد علی اور (مابعد سر) علی امام کی تائید حاصل ہوئی۔[1] مسٹر عظیم حسین لکھتے ہیں۔[2] "جب اجلاس ترقی پر تھا تو مسٹر فضل حسین نے اپنے ذاتی مفادات کی قیمت پر اپنے دعاوی واپس لینے کا فیصلہ کر لیا اس لئے کہ وہ پنجاب کے مسلمانوں میں نا اتفاقی کا بیج نہ بونے کے لئے بے قرار تھے۔ یہ فیصلہ کرتے ہوئے انہوں نے اپنی تنظیم کو ختم کرنے کی رضامندی ظاہر کی اور پنجاب پراونشل مسلم لیگ جس کے میاں محمد شاہ دین (مابعد جسٹس) منتخب صدر اور میاں محمد شفیع جنرل سیکرٹری تھے۔ کے جوائنٹ سیکرٹری کی حیثیت سے کام کرنے کی رائے ظاہر کی"[3] مسٹر عظیم حسین مزید لکھتے ہیں۔ "فضل حسین نے بہر حال صوبائی مسلم لیگ کی اس نئی الحاق شدہ تنظیم میں سرگرم حصہ لینے (Active Participation) سے احتراض کیا۔ اور میاں محمد شفیع ۱۹۱۶ تک اس کے سربراہ رہے"[4] عظیم حسین اس صورت حال پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یہ بہر حال حقیقت ہے کہ آمدہ اصلاحات میں مسلم مفادات کے سلسلہ میں جدوجہد کا سب سے زیادہ حصہ میاں محمد شفیع اور میاں شاہ دین کی کوششوں اور مساعی کا نتیجہ ہے"[5]۔

---

[1] ایضاً [2] ایضاً [3] ایضاً۔

[4] عظیم حسین "فضل حسین" (بزبان انگریزی)، مطبوعہ بمبئی ۱۹۴۶ء ص ۹۸۔

ان ہر دو حضرات (سید طفیل اور عظیم حسین) کے بیانات کو جو بھی حیثیت دی جائے لیکن مختلف واقعات اور وضاحتوں سے یہ حقیقت ضرور سامنے آتی ہے کہ پنجاب میں پراونشل مسلم لیگ کے قیام کے وقت اس کی مخالفت پیدا ہوئی تھی۔ لیکن مسلم زعماء جن میں میاں محمد شفیع اور میاں شاہ دین اور فضل حسین کو نمایاں مقام حاصل ہے اور مسلم عوام کے لئے ان کی مخلصانہ مساعی و جدوجہد کی وجہ سے پبلک میں انہیں جو مقام حاصل ہو چکا تھا اس کی وجہ سے اس وقتی ناخوشگوار صورت حال پر جلد ہی قابو پا لیا گیا۔ پنجاب پراونشل مسلم لیگ انتشار اور تفرقہ بندی سے نکل کر ایک صوبائی لیگ کی حیثیت کام کرنے لگی۔ اور مسلمانان پنجاب کی سیاسی شیرازہ بندی آل انڈیا مسلم لیگ میں اہم اور نمایاں کردار کا باعث ثابت ہوئی۔

تتمہ

مسلمانانِ برصغیر کی گذارشات

(۱۹۰۶ء)

یہ سپاسنامہ وائسرائے اور گورنر جنرل ہند لارڈ منٹو کو مسلمانانِ ہند کے ایک وفد کی جانب سے یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء کو شملہ میں پیش کیا گیا

"والا قدرا

ہمیں اپنی معروضات پیش کرنے کی جو اجازت مرحمت ہوئی اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم زیر دستخطی عائدین، جاگیرداران، تعلقہ داران، وکلا، زمینداران سوداگران اور ملک کے مختلف گوشوں میں آباد ملک معظم کی مسلمان رعایا کے دیگر نمائندگان نہایت ادب و احترام سے حسب ذیل معروضات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور ملتجی ہیں کہ ان پر ہمدردانہ غور فرمایا جائے۔

ہمیں ان بے پایاں فوائد اور لا انتہا منفعتوں کا احساس ہے جو ملک ہند کے مختلف مذاہب اور نسلوں سے تعلق رکھنے والی کروڑوں رعایا کو برطانوی راج سے حاصل ہیں۔

عہد انگلشیہ میں ملک کو امن و آشتی، ذاتی آزادی اور دھرم اور دین کی جو آزادی میسر ہوئی ہے ہم اس کے لئے از حد شکر گزار ہیں۔ حکومت کی روش

خیالی کے باعث ہمیں پوری توقع ہے کہ جو مفاد ہمیں حاصل ہوئے ہیں ان میں برابر اضافہ ہوتا رہے گا۔ اور ملک ہند مستقبل میں اقوام عالم کی صف میں ایک اہم حیثیت و وقار حاصل کرے گا۔

ہندوستان میں برطانوی حکمت عملی کا نمایاں ترین وصف یہ ہے کہ ملک کے مفادات سے متعلق جو خواہشات اور آراء ملک کے عوام کی جانب سے پیش کی گئی ہیں ان پر خاطر خواہ توجہ دی گئی اور اس ضمن میں نسل اور مذاہب کے فرق کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے اور ہندوستان کی ترقی کے باب میں یہ اہم مرکزی نکتہ فراموش نہیں کیا گیا۔

مسلمانوں کے مطالبات :

رعایائے ہند کے مختلف اہم طبقات کے بااثر افراد سے خاموشی اور رازدارانہ طریق کے ساتھ مشاورت کرکے کام کی ابتداء کی گئی پھر اس اصول کو آگے بڑھایا گیا کہ ملک کی مسلمہ سیاسی جماعتوں یا کاروباری اداروں کو یہ حق دیا جائے کہ وہ حکام کے سامنے اپنے تاثرات پیش کریں، اگر اعتراضات و نکتہ چینی ہو تو اس پر غور کیا جائے اور عوامی اہمیت کے حامل اقدامات پر توجہ دی جائے اور آخر الامر میونسپلٹیوں، ڈسٹرکٹ بورڈوں اور ملک کے قانون ساز اداروں میں عوام کے نمائندوں اور نامزدگی کے ذریعے قابل افراد کو یہ موقع دیا جائے کہ وہ حکومت تک اپنی آواز پہنچائیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ والا قدر نے جو کمیٹی قائم کی ہے وہ اس آخر الذکر معاملے پر غور کرے گی کہ اس کام کو مزید اور کیا توسیع دی جاسکتی ہے۔ اب جب کہ نمائندگی میں اضافے کی تحریک کی گئی

ہے اس لیے خصوصی طور پر ہم اس ضمن میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں تاکہ نمائندگی میں ہمیں بھی مناسب حصہ مل سکے۔ نیز یہ امر بھی زیر نظر ہے کہ ہمارے طبقے کے مفاد پر جو چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں ان کو زیر غور لایا جائے اور ان امور کے پیش نظر ہی ہم اس موقع پر والا قدر کی خدمت میں یہ معروضات پیش کرتے ہیں۔

قدیم روایات:

۱۹۰۱ میں جو مردم شماری ہوئی ہے اس کے مطابق ملک معظم کی رعایائے ہند میں مسلمانوں کی تعداد ۶ کروڑ ۲۰ لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ یوں سمجھئے کہ یہ تعداد کل آبادی کے چوتھے اور پانچویں حصے کے درمیان ہے۔ رعایائے ہند میں ایسے عناصر بھی شامل ہیں جو مظاہر فطرت کو مانتے ہیں یا پھر چھوٹے چھوٹے مذاہب کے دائرے میں آتے ہیں اور انہیں بھی اس مردم شماری میں گنا گیا ہے اور ایسے طبقے بھی شامل کئے گئے ہیں جو عام طور پر "ہندو" کہلاتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ ہندو قطعی نہیں ہیں۔ اگر ان سب کو کل آبادی میں سے گھٹایا جائے تو ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمانوں کا تناسب بہت بڑھ جاتا ہے۔ لہذا اگر نمائندگی کے طریقے کو بڑھانا، یا محدود کرنا مقصود ہو تو ایک ایسا طبقۂ آبادی، جو روس کو چھوڑ کر باقی ساری درجۂ اول کی یورپین طاقتوں سے تعداد میں زیادہ ہے، اس بات کا حق رکھتا ہے کہ اسے مملکت میں ایک اہم عنصر کے طور پر کافی نمائندگی حاصل ہو۔

ہم والا قدر کی اجازت سے اس ضمن میں مزید اضافے کے طور پر کچھ عرض

کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ نمائندگی کا جو بھی طریقہ ہو، خواہ بالواسطہ یا بلاواسطہ، اور ان کی حیثیت و اثر پر جو امر بھی پرتو ڈالتا ہو، اس کے ضمن میں صرف گنتی ہی درخور اعتنا نہ ہو بلکہ یہ بھی دیکھا جائے کہ ان کی سیاسی اہمیت کیا ہے اور مملکت کے دفاع میں ان کی قوت کیا ہے اور صرف سو سال پہلے انہیں سرزمین ہند پر کتنی زبردست اہمیت حاصل تھی کیونکہ قدرتی طور پر یہ قدیم روایات ایسی نہیں ہیں کہ ان کے ذہنوں سے محو ہو گئی ہوں۔

ملک کے حکمرانوں کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں احساس عدل ہے اور وہ سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتے ہیں۔ یہ باتیں ایسی ہیں کہ مسلمانانِ ہند ہمیشہ ان پر بھروسہ کرتے آئے ہیں، اسی لئے انہوں نے اپنے مطالبات کے سلسلے میں کبھی ایسے ناروا طریقے استعمال نہیں کئے جو پریشان کن ہوں، بلکہ بصمیم قلب ہماری خواہش یہ ہے کہ مسلمانانِ ہند کو جو اعلیٰ اور تاریخی روایات ورثے میں ملی ہیں ان سے روگردانی نہ کریں مگر حال میں جو واقعات رونما ہوئے ہیں انہوں نے جذبات کو ابھارا ہے، بالخصوص نوجوان مسلمانوں میں جو کیفیت پیدا ہو رہی ہے ہو سکتا ہے وہ بعض مواقع پر اور بعض حالات میں ایسی حدود سے متجاوز ہو جائے اور اس کا بھی امکان قوی ہے کہ صورت حال تحمل و بردباری اور شائستہ رہنمائی کی گرفت سے باہر ہو جائے۔

ان امور کے پیشِ نظر ہی ہم یہاں جو چند معروضات پیش کرتے ہیں وہ جناب والا کی توجہ خاص کی مستحق ٹھہریں گی۔ انہیں ہندوستان کے مسلمانوں کی نہایت کثیر آبادی کا نقطۂ نظر سمجھنا چاہئے اور یہ ان ہی کے خیالات و احساسات

ہیں جن پر کامل غور و خوض کرنے کے بعد یہاں پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

یورپی طرز نمائندگی:

ہمیں توقع ہے کہ والا قدر معاف فرمائیں گے۔ اگر ہم یہاں یہ عرض کریں کہ یورپی طرز کا طریق نمائندگی ہند کے عوام الناس کے لئے ایک نئی بات ہے۔ ہندوستان میں جو سماجی، مذہبی اور سیاسی حالات موجود ہیں ان سے یہ جب تک پوری طرح ہم آہنگ نہ ہوں اس وقت تک کار آمد نتائج بر آمد نہیں کر سکے گی۔ ہم مسلمانوں کے اہل فکر و دانش درحقیقت یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس کے لئے بڑی سوجھ بوجھ، دُور بینی اور احتیاط کی ضرورت ہو گی اور اگر یہ حزم و احتیاط اور توجہ صرف نہ کی گئی تو یہ اندیشہ محسوس کیا جاتا ہے کہ دوسری برائیوں کے علاوہ ہمارے قومی مفادات ایک غیر ہمدرد اکثریت کے رحم و کرم پر چھوڑ دیئے جائیں گے۔

ہمارے حکمرانوں نے اپنی عظیم روایات اور سیاسی جبلّت و تجربے سے یہ بات ضروری سمجھی ہے کہ انتظام و انصرام ملکی کے لئے عوام کے نمائندوں کو ملک کی حکومت میں زیادہ سے زیادہ اہمیت دی جائے۔ ہم مسلمانان ہند اگر اپنے قومی مفادات کے ساتھ عدل کرنا چاہتے ہیں تو اب زیادہ عرصے تک ان حالات سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتے جو حکومت کی ان پالیسیوں کے باعث پیدا ہو چکے ہیں ہم کو اس بات کا اعتراف ہے اور تسلیم کرنا بھی حق ہے کہ مسلمانوں کو جو نمائندگی ملی ہے وہ والا قدر کے احساس عدل و حسن عمل نیز آپ کے لائق ستائش پیشرو اور لوکل گورنمنٹوں کے سربراہوں کی بدولت

تھی کیونکہ قانون ساز ایوانوں کے لئے انہوں نے ہی بلا استثنا یہ نامزدگیاں کی تھیں۔ مگر ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس طرح جو بھی نمائندگی دی گئی ہے وہ ہماری ضروریات کے لئے بہت ہی ناکافی رہی ہے اور جو نمائندے ان ایوانوں میں بھیجے گئے ان کو ہمیشہ اس نظر سے نہیں دیکھا گیا کہ یہ لوگ جن کی نمائندگی کرنے کے لئے منتخب کئے گئے تھے وہ لوگ بھی انہیں اپنا نمائندہ سمجھتے تھے یا نہیں۔ شاید موجودہ حالات میں یہ صورتِ حال ناگزیر بھی تھی کیونکہ وائسرائے اور لوکل گورنمنٹس جتنی نامزدگیاں کر سکتی ہیں ان کی تعداد نہایت ہی محدود ہے۔ علاوہ ازیں عوامی انتخاب کا صحیح و قابلِ اعتماد رُخ معلوم کرنے کے لئے کوئی وسیلہ موجود نہ ہونے کے باعث صحیح معنوں میں عوام کے نمائندے چننے کا مسئلہ اتنا آسان بھی نہ تھا۔

انتخاب کے نتائج:

جہاں تک انتخاب کا تعلق ہے یہ امکان بڑا بعید ہے کہ اس وقت انتخابی ادارے جس طرح تشکیل پذیر ہیں اُن کی طرف سے کبھی بھی کسی مسلمان امیدوار کا نام حکومت کی منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا، اِلّا یہ کہ وہ شخص تمام اہم معاملات میں اکثریت کے ساتھ ہمدردی رکھتا ہو۔ ہم از روئے انصاف اس بات میں بھی کوئی فیہہ نہیں دیکھتے کہ ہمارے دیگر غیر مسلم افراد رعایا کو اپنی تعداد کا مفاد پہنچے اور وہ اس طاقت سے بخوبی فائدہ اٹھائیں اور اپنی ہی قوم والوں کو رائے دیں یا ایسے حضرات کو جو ہندو نہ ہوں، مگر توقع یہ ہو کہ وہ ہندو اکثریت کے ساتھ ووٹ دیں گے اور اپنے آئندہ انتخاب کیلئے

انہیں ہندو اکثریت کی خوشدلی پر بھروسہ کرنا ہی ہوگا۔ یہ صحیح ہے کہ ہمارے بہت سے مفادات بالکل ویسے ہی ہیں جیسے ہندو ابنائے وطن کے اور ہمیں اس بات سے بھی ایک گونہ طمانیت ہوگی کہ قانون ساز ایوانوں میں ایسے حضرات آئیں خواہ وہ کسی بھی قوم کے ہوں، جو ایسے مفادات کا کما حقہٗ تحفظ کر سکیں اور ان کے مؤید ہوں۔

ایک علیحدہ قوم:

مگر پھر بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہم مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں جن کے اپنے جداگانہ مفادات ہیں جن میں دوسروں کے ساتھ کوئی شرکت نہیں اور ہمیں یہ شکایت ہے کہ ہماری مناسب و معقول نمائندگی کا حق ادا نہیں ہوا ہے۔ حتیٰ کہ جن صوبوں میں مسلمانوں کی تعداد بہ لحاظ آبادی اکثریت میں ہے، وہاں بھی ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے گویا وہ ناقابلِ لحاظ سیاسی عنصر ہیں اور بے دریغ ان کو نظرانداز کیا جا سکتا ہے۔ یہ صورتِ حال کچھ حد تک پنجاب میں مگر بہت زیادہ حد تک سندھ اور مشرقی بنگال میں رہی ہے۔

اس سے قبل کہ نمائندگان کے انتخاب کے سلسلے میں ہم اپنے خیالات پیش کریں ہم ادب کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ کسی قوم کی سیاسی اہمیت بڑی حد تک بڑھ سکتی ہے، یا کمزور ہو جاتی ہے اس امر سے کہ اس قوم کو مناصبِ سرکاری میں کس قدر مرتبہ حاصل ہے۔ اگر انہیں مناسب نمائندگی حاصل نہ ہو جیسا کہ بدقسمتی سے مسلمانوں کے ساتھ معاملہ ہے، تو اس طرح ان کا اثر اور وقار بری طرح مجروح ہوتا ہے، حالانکہ انصاف

کی رُو سے یہ ان کا حق ہے۔

سرکاری ملازمتوں میں حصّہ:

ہم حکومت سے ملتجی ہیں کہ وہ ازراہ کرم اس بات کا اہتمام کرے کہ ہندوستان کے تمام صوبوں کی ملازمتوں میں خواہ وہ گزیٹیڈ ہوں یا ماتحت ملازمتیں ہوں یا اہلکاران سرکاری کے درجے کی ہوں مسلمانوں کو مناسب حصّہ دیا جائے گا۔ بعض صوبوں میں اس عنوان کے احکام کبھی کبھار جاری بھی ہوئے ہیں، مگر افسوس یہ ہے کہ بیشتر حالتوں میں ان پر خاطر خواہ عمل نہیں ہوا۔ وجہ یہ بتائی گئی کہ مناسب تعلیم یافتہ مسلمان میسر ہی نہیں آتے۔ کسی وقت میں یہ حیلہ شاید کچھ وزن رکھتا ہو، مگر اب تو یہ قطعی درخورِ اعتنا نہیں ہے اور والا قدر، ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ مناسب تعلیم یافتہ مسلمانوں کی تعداد ضرورت کے مطابق بہمہ وجوہ موجود ہے۔

مقابلے کا عنصر:

ہر چند کہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کی تعداد کہیں بڑھ چکی ہے، مگر کچھ ایسا رجحان برابر نظر آرہا ہے کہ انہیں یہ کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے کہ ان سے بہتر تعلیمی قابلیت کے لوگ مل جاتے ہیں اس لئے قابلِ ترجیح ہیں۔ اس بات نے گویا مقابلہ آرائی کو اپنی انتہائی زشت صورت میں پیش کر دیا ہے اور ہمیں والا قدر، یہ کہنے کی اجازت دیں کہ اس طرح صرف ایک قوم کے ہاتھ میں سارا سرکاری اثر و رسوخ کھنچ کر آگیا ہے۔ اس ضمن میں عرض کرنے کی بھی ضرورت ہے کہ تحریک تعلیم کے شروع ہی سے مسلمان ماہرین تعلیم نے اس بات

کی کوشش کی ہے کہ ہمارے نوجوانوں میں صحیح کردار کی تشکیل کا پہلو نمایاں رہے اور ہم یہ سوچنے کی جسارت کرتے ہیں کہ یہ جوہر اس سے کہیں زیادہ بے بہا ہے کہ سرکاری نوکری میں محض دماغی تیزی طراری کو ہی زیادہ اہمیت نہ ہونا چاہیئے۔

مسلمان اور حاکمان عدالت :

ہمیں یہ عرض کرنے کی بھی اجازت دیجئے کہ ہندوستان کے تمام حصوں میں مسلمانوں کو اس بات کی بڑی شکایت ہے کہ عدالت ہائے عالیہ اور چیف کورٹوں میں مسلمان جج زیادہ تواتر کے ساتھ مقرر نہیں کئے جاتے۔ جب سے کہ یہ عدالتیں وجود میں آئی ہیں ان پر ابھی تک صرف تین مسلمان قانون دانوں کو یہ شرف بخشا گیا ہے، مگر انہوں نے وکلاء کی صف سے نکل کر کرسیٔ عدل پر بیٹھ کر اپنی قابلیت کا سکہ منوالیا ہے۔ مثلاً اس وقت کیفیت یہ ہے کہ ان کورٹوں میں ایک بھی جج مسلمان نہیں ہے اور ادھر کلکتہ ہائی کورٹ میں تین جج ہندو ہیں حالانکہ آبادی کا بیشتر حصہ مسلمان ہے۔ پنجاب میں بھی دو ہندو جج ان عہدوں پر فائز ہیں گو کہ آبادی میں وہاں بھی مسلمان ہی کثرت میں ہیں۔ اس لئے اگر ہم یہ درخواست کریں تو کوئی بیجا بات نہ ہوگی کہ ہائی کورٹوں اور چیف کورٹوں میں سے ہر ایک میں ایک مسلمان جج ضرور مقرر کیا جائے۔ مسلمان قانون دانوں میں ایسے بہت سے افراد موجود ہیں جو اس منصب کا پورا حق ادا کر سکتے ہیں۔ اور اگر کسی ایک صوبے میں نہ ہوں تو دوسرے صوبے میں ضرور مل جاتے ہیں۔ ہم

مزید یہ کہنے کی بھی اجازت چاہتے ہیں کہ اگر ان ججوں میں مسلمانوں کی نمائندگی موجود ہوئی جسے مسلم شریعت کے قوانین کا علم ہوگا تو وہ بھی عدل و قانون کے انصرام میں بڑا اہم عنصر ثابت ہوگا۔

میونسپلٹیوں میں نمائندگی:

میونسپلٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کو اہم مقامی امور کا انصرام سپرد ہوتا ہے اور بڑی حد تک انہیں آبادی کے آرام، ان کی صحت اور تعلیمی ضروریات کے علاوہ بعض اوقات مذہبی امور کا بھی بندوبست کرنا پڑتا ہے۔ اس ضمن میں اہم امور مملکت پر توجہ دینے سے پہلے ہم ذرا سی توجہ ادھر بھی دلانا چاہتے ہیں۔ میونسپلٹیوں میں بھی مسلمانوں کی نمائندگی کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ یہ ادارے اس لئے تشکیل کئے گئے تھے کہ انہیں مقامی انتظام حکومت کی پہلی سیڑھی بنایا جائے گا۔ یہی وہ مرحلہ ہوتا ہے جہاں لوگوں کو مناسب نمائندگی کے اصول کا اولین و قریب ترین احساس ہوتا ہے، مگر مسلمانوں کو جو نمائندگی ان اداروں میں دی جاتی ہے اس کے لئے فی الوقت کوئی ایسا شافی اصول نہیں معلوم ہوتا جس کو علی العموم کام میں لایا جا سکے۔ اس لئے ہر علاقے میں ایک مختلف طریقہ جاری ہے۔ مثلاً علی گڑھ میونسپلٹی کو لیجئے۔ یہ چھ حلقوں میں منقسم ہے۔ ہر حلقہ سے ایک مسلمان اور ایک ہندو کمشنر آتا ہے اور ہمیں علم ہوا ہے کہ پنجاب اور دوسری جگہوں پہ بھی اکثر یہی اصول کارفرما ہے۔ مگر بیشتر مقامات پر مسلمان ٹیکس دہندگان کو مناسب نمائندگی کا حق نہیں ہے۔ اس لئے بہ صد ادب ہم ملتمس ہیں کہ ہر جگہ کے

مقامی حاکم کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ ہر میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ میں بیٹھنے والے ہندو اور مسلمان افراد کی تعداد کا اعلان کریں اور آبادی کے تناسب، سماجی حیثیت اور مقامی اثر و رسوخ اور ہر قوم کی جداگانہ ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے نشستوں کا تعین کیا جائے اور حتماً کیا جائے۔ ہم یہ تجویز کریں گے کہ جیسا پنجاب کے اکثر شہروں میں ہوتا ہے ہر قوم الگ الگ اپنے ہی نمائندے بھیجا کرے۔

صوبائی مجالس کے لئے نامزدگیاں:

اب ہم ملک کے قانون ساز اداروں میں نمائندگی کے مسئلے کی طرف آتے ہیں۔ سب سے پہلے صوبائی کونسلوں کو لیجئے۔ ہم بہ صد ادب یہ تجویز پیش کریں گے کہ جس طرح میونسپلٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں میں نمائندگی کے تناسب کا اعلان کیا جائے اسی طرح صوبائی قانون ساز اداروں کے لئے بھی کیا جائے اور اس ضمن میں جن اہم نکات کی طرف ہم نے اس سپاسنامہ کے پیراء ۵ میں اشارہ کیا ہے ان کو زیر نظر رکھا جائے اور یہ کہ اہم مسلمان زمیندار، قانون داں حضرات، اہل تجارت اور اہم مسلمان مفادات کو نمائندگی دی جائے۔ ڈسٹرکٹ بورڈوں اور میونسپلٹیوں کے مسلمان اراکین اور یونیورسٹیوں کے ایسے مسلمان گریجوئیٹ کو بھی نمائندگی دی جائے جن کو کچھ اہمیت مدت حاصل ہو، مثلاً پانچ سال۔ ان کا ایک انتخابی حلقہ قرار دے دیا جائے اور والا قدر کی حکومت اس ضمن میں ایسے ضابطہ کار کا اعلان کرے جس پر عمل کرتے ہوئے اراکین کی تعداد کا

تعین کر دیا جائے۔

یونیورسٹیوں کے "فیلو":

ہماری تجویز ہے کہ ہندوستانی یونیورسٹیوں کے سینا ٹوں اور سنڈیکیٹوں میں بھی اسی طریقہ پر عمل کیا جائے یعنی یہ کہ جہاں تک ممکن ہو ان اداروں میں بھی مسلمانوں کی نیابت کا خیال رکھتے ہوئے مناسب تعداد کا حتمی طور کا ہی تعین کیا جائے۔

ویسرائے کی کونسل:

جہاں تک "امپیریل مجلس قانون ساز" کا تعلق ہے، اس کے بارے میں یہ امر بدیہی ہے کہ اس کی اہمیت بہت ہی زیادہ ہے۔ اس لئے معروضاً پیش ہے کہ: (۱) مسلمانوں کے لئے نیابت کا حق اور نمائندگی افرادی تعداد کے لحاظ سے نہیں کیا جائے اور جو بھی نمائندگی دی جائے وہ ایسی نہ ہو جو مسلمانوں کو ایک غیر مؤثر اقلیت بنا دے۔ (۲) جہاں تک ممکن ہو نامزدگی کی بجائے انتخاب کو قابل ترجیح سمجھا جائے۔ (۳) مسلمان اراکین کو منتخب کرتے وقت مسلمان زمینداروں، وکلاء اور اہل تجارت کے مفاد کا لحاظ رکھا جائے نیز دوسرے مفادات کا بھی جن کی حیثیت و اہمیت کا تعین اس طریق کار کے مطابق کیا جائے جو جناب والا کی حکومت اس ضمن میں طے کرے، ماسوا صوبائی مجالس قانون ساز کے مسلمان اراکین، یونیورسٹیوں کے مسلمان "فیلوز" کو بھی انتخاب کرنے کا استحقاق دیا جائے اور اس کے لئے ایسے قواعد و ضوابط عمل میں لائے جائیں جو جناب والا کی حکومت اس باب میں طے کرے۔

ایگزیکٹیو کونسل:

ادھر کچھ عرصے سے یہ خیال جڑ پکڑ رہا ہے کہ ویسرائے کی ایگزیکٹیو کونسل میں ایک یا زیادہ ہندوستانی ارکان شامل کئے جائیں۔ اگر اس قسم کی تقرری عمل میں آئے تو ہم یہ التماس کریں گے کہ مسلمانوں کی نمائندگی کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ ہم یہ کہنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ ایسے باوقار ایوان کے لئے ایک سے زیادہ نہایت لائق و فصیح مسلمان ارکان بخوبی مل سکتے ہیں جو اپنے وجود کے باعث اس ایوان کی زینت ہوں گے۔

ایک مسلم یونیورسٹی:

اب ہم جناب والا کی خدمت میں ایک ایسے امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کا ہماری قومی فلاح سے بہت ہی قریبی تعلق ہے۔ ہمیں اس بات کا گہرا احساس ہے کہ بطور ایک اہم قوم کے ہماری امنگوں اور مستقبل کی ترقی کے لئے یہ بڑا ضروری ہے کہ ہماری ایک اپنی مسلم یونیورسٹی قائم ہو جو ہماری دینی اور ثقافتی زندگی کا مرکز ہو۔ اس لئے ہم جنابِ والا سے بصد ادب ملتمس ہیں کہ آپ مسلمانانِ ہند کی اس آرزو کی تکمیل کے باب میں ان کی مدد فرمائیں؛ کیونکہ اس تجویز کا ان کے مفاد ملت سے بہت ہی گہرا تعلق ہے۔

آخر میں ہم جناب والا کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ اس سپاسنامے میں ہماری جانب سے جن امور و نکات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اگر والا قدر نے ملک معظم کی رعایا کے ایک طبقے یعنی مسلمانوں، کو ان کی جدوجہد میں اعانت فرمائی، تو وہ دراصل مسائل و معاملات مملکت کے حل کی طرف

ایک قدم ہوگا اور اس طرح ان کی غیر متزلزل وفاکیشی کو استحکام حاصل ہوگا جو انہیں تاج برطانیہ سے ہے اور اس طرح ان کی سیاسی ترقی اور قومی خوشحالی کو بھی مہمیز ملے گی اور آئندہ نسلوں کے دلوں میں آپ کا نام نامی ہمیشہ ہمیشہ ایک یادگار کی طرح ثبت رہے گا۔ ہمیں اس بات کا بھی یقین واثق ہے کہ جناب والا ہماری ان معروضات پر توجہ خاص صرف فرمائیں گے۔

— ہم ہیں والا قدر کے نہایت وفادار و ناچیز خدمت گزار

شرکت کنندگان شملہ مسلم وفد

۱- ہزہائینس آغا سر سلطان محمد شاہ آغا خاں۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ بمبئی

۲- شہزادہ بختیار شاہ۔ او۔ آئی۔ ای۔ ہیڈ آف میسور فیملی کلکتہ

۳- آنریبل ملک عمر حیات خاں۔ سی۔ آئی۔ ای لفٹیننٹ ۱۸واں پرنس آف ویلز ٹوانہ لانسرز شاہ پور (پنجاب)۔

۴- آنریبل مولوی شرف الدین بار ایٹ لاء پٹنہ

۵- خان بہادر سید نواب علی چودھری۔ میمن سنگھ (ایسٹ بنگال)

۶- نواب بہادر سید امیر حسن خان۔ سی۔ آئی۔ ای۔ کلکتہ۔

۷- نصیر حسین خان خیال کلکتہ

۸- خان بہادر مرزا شجاعت علی بیگ پرشین کونسل جنرل مرشد آباد۔ کلکتہ (بنگال)

۹- سید علی امام بار ایٹ لاء پٹنہ (بہار)

۱۰- نواب سرفراز حسین خان پٹنہ (بہار)

۱۱- خان بہادر احمد محی الدین خاں - وظیفہ خوار - آف کرناٹک فیملی (مدراس)
۱۲- مولوی رفیع الدین احمد بار ایٹ لاء (بمبئی)
۱۳- ابراہیم بھائی آدم جی پیر بھائی - جنرل مرچنٹ (بمبئی)
۱۴- مسٹر عبدالرحیم بار ایٹ لاء (کلکتہ)
۱۵- سید اللہ داد شاہ سپیشل مجسٹریٹ و نائب صدر زمیندار ایسوسی ایشن خیرپور (سندھ)
۱۶- مولانا ایچ - ایم - مالک ہیڈ آف مہدی باڑہ بورانہ ناگپور (سی-پی)
۱۷- مشیرالدولہ ممتازالملک خان بہادر خلیفہ سید محمد حسین ممبر آف سٹیٹ کونسل آف پٹیالہ (پنجاب)
۱۸- خان بہادر کرنل عبدالماجد خان وزیر خارجہ پٹیالہ (پنجاب)
۱۹- خان بہادر خواجہ یوسف شاہ آنریری مجسٹریٹ امرت سر (پنجاب)
۲۰- میاں محمد شفیع - بار ایٹ لاء - لاہور (پنجاب)
۲۱- شیخ غلام صادق امرت سر (پنجاب)
۲۲- حکیم محمد اجمل خان دہلی (پنجاب)
۲۳- منشی احتشام علی زمیندار و رئیس کاکوری (اودھ)
۲۴- سید نبی اللہ بار ایٹ لاء - رئیس کارہ (ضلع الہ آباد)
۲۵- مولوی سید کرامت حسین بار ایٹ لاء - (الہ آباد)
۲۶- سید عبدالرؤف بار ایٹ لاء - (الہ آباد)
۲۷- منشی عبدالسلام خاں ریٹائرڈ سب جج (رام پور)

۲۸- خان بہادر محمد مزمل اللہ خاں زمیندار سیکرٹری زمیندار ایسوسی ایشن یو۔پی۔ جوائنٹ سیکرٹری ایم۔اے۔او کالج ٹرسٹیز علی گڑھ۔

۲۹- حاجی محمد اسمٰعیل خاں زمیندار علی گڑھ

۳۰- صاحبزادہ آفتاب احمد خاں بار ایٹ لاء علیگڑھ۔

۳۱- مولوی مشتاق حسین رئیس اودھ

۳۲- مولوی حبیب الرحمٰن خاں زمیندار بھیکن پور (یو۔پی)

۳۳- نواب سید سردار علی خان ولد نواب سردار دلیر الملک بہادر سی۔آئی۔ای حیدرآباد (دکن)

۳۴- مولوی سید مہدی علی خاں (محسن الملک) آنریری سیکرٹری ایم۔اے۔او کالج علیگڑھ۔ اٹاوہ (یو۔پی)

مندرجہ حضرات وفد میں شمولیت کے خواہاں تھے مگر بوجہ بیماری یا دیگر وجوہ کی بناء پر شملہ وفد میں شرکت نہ کر سکے۔

۱- آنریبل نواب خواجہ سلیم اللہ نواب آف ڈھاکہ

۲- آنریبل نواب فتح علی خان قزلباش لاہور

۳- آنریبل سید زین العدوسی (امرتسر)

۴- خان بہادر قاسم میر غیاث الدین پیرزادہ آف بڑودہ

۵- خان بہادر راجہ جہاں داد آف ہزارہ

۶- شیخ شاہد حسین آف لکھنؤ۔

۱۵۱۳۵ ۔ بحوالہ جی۔الانہ۔ پاکستان موومنٹ ہسٹارک ڈاکومنٹس ۔ مطبوعہ کراچی بار دوئم مئی ۱۹۶۸ء

ذخیرہ کتب:۔ محمد احمد ترازی

مصنف کے قلم سے
دیگر زیر نظر تصنیفات

۱ - غازی علم دین شہید

۲ - سر عبدالقادر مرحوم

۳ - جلیانوالہ باغ

۴ - حکیم اجمل خاں

۵ - خالدہ ادیب خانم (ترکی)

۶ - غازی انور پاشا

۷ - الجزائر

۸ - عبدالقادر الجزائری

۹ - سید جمال الدین افغانی

۱۰ - مجاہد ریف

۱۱ - انجمن حمایت اسلام (تاریخ و خدمات)

۱۲ - سر فضل حسین

۱۳ - محسن الملک

۱۴ - تاریخ الراعیان

۱۵ - وہ گنجہائے گرانمایہ (برصغیر پاک و ہند کی اہم شخصیات)

۱۶ - سید امیر علی

۱۷ - قیام مسلم لیگ سے قیام پاکستان تک

ذخیرہ کتب:۔ محمد احمد ترازی

محمد انور امین کی تحقیقات کا ما حاصل ،
تین عظیم شاہکار تالیفات

''میاں سر محمد شفیع'' میاں صاحب موصوف کو پنجاب کے معماروں اور سیاسی اکابرین میں سے سرفہرست مقام حاصل ہے۔ موصوف کی عظیم سیاسی ، ملی ، معاشرتی اور تعلیمی خدمات پر سیر حاصل تبصرہ اور پنجاب کی سیاست پر مفصل بحث

سائز $\frac{۱۸ \times ۲۲}{۸}$ (زیر اشاعت)

''حیات محبوب'' مولوی محبوب عالم، ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور ، کی مکمل سوانحعمری اور موصوف کی زندگی کے جملہ پہلوؤں اور ان کی علمی و ادبی و سیاسی صحافتی اور قومی خدمات پر جامع تصنیف سائز $\frac{۱۸ \times ۲۲}{۸}$ (زیر اشاعت)

''چوہدری رحمت علی'' ''پاکستان'' کا نام پیش کرنے والے اور قومی تحریک آزادی پاکستان کے بانی ، پنجاب کے اس عظیم فرزند کی زندگی کے مکمل حالات جو آج تک گوشۂ گمنامی میں دبے رہے۔

محمد انور امین صاحب نے ان کی زندگی کے حالات تنکا تنکا چن کر اکٹھے کئے ہیں۔ اس کتاب میں چوہدری صاحب کے مختلف پمفلٹوں کے مختصر اقتباسات بھی شامل ہیں۔

(زیر اشاعت)